الغزالی فورم کا ترجمان

# افکارِ قاسمی

افکارِ قاسمی کو مکمل ہوئے نو سال

یکم اکتوبر ۲۰۲۱ء تا دسمبر ۲۰۲۱ء

امداد کے فیضان کی تاثیر دیوبند ★ قاسم کے ہے افکار کی تعبیر دیوبند

فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (الحدیث)

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے عالم ہی ڈرتے ہیں۔

www.algazali.org

الغزالی فورم

شائع کردہ

# مجلہ افکارِ قاسمی

بدعا: شیخ الحدیث مولانا خادم حسین صاحب






- دینی، علمی، اصلاحی، کمپوز شدہ مضامین قابل قبول ہوں گے۔
- نزاعی اور اختلافی نیز سیاسی مضامین شائع نہیں ہوں گے۔
- مضمون نگاروں کی تمام آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
- تمام کمپوز شدہ مضامین صرف بذریعہ ای میل ارسال کریں۔
- ہر شمارہ ڈاؤنلوڈ کر کے محفوظ کرلیں ای میل سے نہیں بھیجا جائے گا۔


الغزالی اُردو فورم www.algazali.org

# فہرست مضامین

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

website:www.algazali.org Email:qasmimag@gmail.com

# اظہار تشکر

ادار یہ، مدیرالتحریر کے قلم سے

رب ذوالجلال کے سامنے سجدہ شکر بجالاتے ہوئے اور اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اور رب کی رحمت، آپ کی دعاؤں اور مولانا احمد قاسمی کی زیر سرپرستی آج یکم اکتوبر 2021 کو افکار قاسمی اپنی کامیابی کے 9 سال مکمل کررہا ہے۔

جو خوشی اور مسرت اس موقع پر ہورہی ہے اسے قلمبند کرنے سے قاصر ہوں، اور نہ ہی قلمبند کر پاؤں گا۔

یہ محض اللہ کا فضل اور آپ سب کی دعائیں ہیں کہ افکار قاسمی اپنی کامیابی کے نو سال مکمل کررہا ہے ورنہ ہم اس قابل کہاں تھے۔

خوشی کا موقع تھا سوچا قارئین افکار قاسمی سے خوشی بانٹی جائے اور ان کا شکریہ ادا کیا جائے کہ آپ کی دعاؤں کی وجہ سے یہ سب ممکن ہو پایا، جو آپ نے افکار قاسمی کو پیار دیا اس کی وجہ سے یہ ممکن ہو پایا، آپ نے جو قیمتی مشورے دیے انہی پر عمل کرتے ہوئے افکار قاسمی اس مقام پر آیا، جہاں افکار قاسمی کی ٹیم کی محنت کو آپ نے سراہا وہیں آپ کی دعاؤں نے افکار قاسمی کو بلندیوں پر پہنچایا اور افکار قاسمی افق پر ایک ستارہ بن کر ابھرا۔

اس خوشی کے موقع پر میں افکار قاسمی کے تمام ٹیم ممبران کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ان کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ آپ کی بدولت ہمیں اوقدر خوبصورت شمارہ پڑھنے کو ملتا ہے کہ شب وروز آپ کی محنت ہوتی ہے، اور بالخصوص مولانا احمد قاسمی صاحب کا مشکور ہوں جن کی سرپرستی، رہنمائی کی وجہ سے اور آپ ہی کی بدولت یہ عظیم باکمال اور لاجواب تحفہ میسر آیا۔

دعا ہے اللہ پاک اس پھول کو تا قیامت آباد و شاداب رکھے اور اسی طرح بلندیوں کا مقام حاصل کرتا رہے، اور اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین ثم آمین

دعاؤں کی درخواست

والسلام!

# درس قرآن

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

## طریقہ حادی عشر

مضامین کے لحاظ سے قرآن پاک کے چار حصے ہیں جن میں خالقیت و ربوبیت باری، شہنشاہیت باری اور قیامت کا بیان ہے اور ہر حصہ الحمد سے شروع ہوتا ہے۔

حصہ اولیٰ ''فاتحہ'' سے ''مائدہ'' کے آخر تک ...... اس میں خالقیت باری کا بیان ہے۔

حصہ ثانیہ ''انعام'' سے ''بنی اسرائیل'' کے آخر تک ...... اس میں ربوبیت کا بیان ہے۔

حصہ ثالثہ ''کہف'' سے ''احزاب'' کے آخر تک ...... اس میں شہنشاہیت کا بیان ہے۔ یعنی تختِ شاہی پر اللہ تعالیٰ خود متمکن ہے، کما یلیق بشانہٖ!

حصہ رابعہ ''سباء'' سے آخر تک ...... اس میں قیامت کا بیان ہے۔ یہ چاروں مضامین سورۃ فاتحہ میں موجود ہیں۔

الحمدللہ میں خالقیت کا بیان ہے کیونکہ یہاں عَلَم بول کر وصف مشہورہ مراد لی گئی ہے، وہ ہے خالق ہونا!!

رب العالمین میں ربوبیت کا بیان ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

الرحمٰن الرحیم میں شہنشاہیت کا بیان ہے، ضمناً، کیونکہ بادشاہی کے لائق وہی ہوتا ہے جس میں شفقت و رحمت ہو اپنی رعایا پر۔

مالک یوم الدین میں قیامت کا بیان ہے۔ بتغیر (الوانی) حضرت الشیخ حسین علی الوانی رحمہ اللہ

حضرت بہلوی رحمہ اللہ فرماتے تھے، قرآن پاک کا پہلا حرف بسم اللہ کی ''ب'' ہے اور آخری حرف الناس کی ''س'' ہے۔ ان دونوں حرفوں کو ملائیں تو بَس بن جاتا ہے، اس کو اس طرح بیان کرتے تھے۔ ''اللہ بس باقی سب ہوَس''!!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ......

تعوذ میں چار چیزیں ہیں: (۱) استعاذہ (پناہ مانگنا) (۲) مستعیذ (پناہ مانگنے والا) (بندہ) (۳) مُستعاذ بہ (جس کے ساتھ پناہ حاصل کی جائے) (اللہ تعالیٰ) (۴) مستعاذ منہ (جس سے پناہ لینا مقصود ہو) (شیطان)

تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھنا ضروری ہے۔ ”واذا قرأت القرآن فاستعذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم“......
انسان کے دو دشمن ہیں۔ایک ظاہری......جن کے بارے میں حکم ہے ”قاتلو الذین لا یؤمنون باللّٰہ“
دوسرا باطنی ”ان الشّیطان لکم عدوًّا فاتخذوہ عدوًّا“ ......ظاہری دشمن کے خلاف ملائکہ مدد و نصرت کو بھیجے جاتے ہیں ”لقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃٍ“ (توبہ)......اور باطنی دشمن کے خلاف اللہ تعالیٰ خود مدد فرماتے ہیں ”ان عبادی لیس لک علیھم سلطان“ ......جب انسان یہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم نفع دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے اور ہر قسم ضرر سے بچانے پر بھی قادر و مختار ہے اور میں ان میں سے کسی پر بھی قادر نہیں، اعوذ باللہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے نفع پہنچاتے ہیں اور ضررِ شیطان سے بچاتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے، جو شخص صبح کو تین بار ”اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم“ اور سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں ”ھو اللّٰہ الذی“ ......(الخ) پڑھے، اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرماتے ہیں جو شام تک اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔اسی طرح شام کو پڑھے تو صبح تک دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

عن معقل بن یسارٍ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہٗ من قال حین یصبح ثلاث مرّاتٍ اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم“ وقرأ ثلاث اٰیاتٍ من آخر سورۃ حشرٍ وکّل اللّٰہ سبعین الف ملکٍ یصلّون علیہ حتّٰی یمسی وان مات فی ذالک الیوم مات شھیدًا۔(تفسیر کبیر)

(عقد الجواھرات من خلاصۃ الصور والآیات)

# درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

## آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص خدام

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت بلال، حضرت سعد، حضرت ربیعہ بن کعب سلمی، حضرت انس بن مالک، حضرت نجاشی کے بھتیجے یا بھانجے حضرت ذومخمر، حضرت بُکَیرِ بن شداخ لیثی اور حضرت ابوذر غفاری، حضرت حارثہ کی دولڑکیاں ھنداور اسماء رضی اللہ عنہم وعن کل الصحابۃ اجمعین

## اصحابِ شرطہ

علی بن ابی طالب، زبیر بن العوام، مقداد بن اسود، محمد بن مسلمہ، عاصم بن ثابت، ضحاک بن سفیان، قیس بن سعد، مغیرہ بن شعبۃ۔ (زادالمعاد۔ ۱/ ۷۵)

## امور خانہ داری کے منتظم

حضرت بلال ؓ گھر والوں کے خوردنوش کے منتظم تھے۔

حضرت مُعَیْقِیب آپ کی مہر والی انگوٹھی کے نگران تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ مسواک ونعل مبارک کی خدمات سرانجام دیتے تھے۔

حضرت رباح الاسود، حضرت انیسہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری بھی مختلف خدمات سرانجام دیتے تھے۔

## آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواریاں

آپ کے سواری میں مختلف اوقات میں دس گھوڑے رہے ہیں جنکی تفصیل ذیل ہے۔

گھوڑے کا نام

(۱) سَکْب اس کا رنگ کُمیت تھا، غزوۂ اُحد میں اس پر سواری کی اس کا معنیٰ تیز رفتار

(۲) مُرتَجِز آپ نے اسے خریدا تھا اس کے بارے میں خزیمہ بن ثابت نے گواہی دی، رنگ سفید تھا۔

(۳) لِزَّاز یہ حضرت مقوقس نے ھدیہ پیش کیا تھا۔

(۴) لُحَیف یہ حضرت ربیعہ نے ھدیہ پیش کیا تھا۔

(۵) ظَرِب یہ حضرت فردہ جذامی نے پیش کیا تھا۔

(۶) وَرْد یہ حضرت تمیم داری نے ھدیہ پیش کیا تھا۔

(۷) سَبحہ یہ یمنی تاجروں سے خریدا اور اس پر تین دفعہ دوڑ فرمائی، اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا مانت اِلَّا بَحرٌ۔

(۸) بحرٌ

(۹) ضریس

(۱۰) ملاوح

(۱۱، ۱۲) دو نام اور بھی آتے ہیں (۱) ذوالعقال (۲) الشمّاء......کل بارہ ہو گئے۔

## تین خچر سواری کے لئے تھے

(۱) دُلدُل جو شاہ مقوقس کے ھدایا میں تھا۔

(۲) فضّہ حضرت صدیق اکبر نے پیش کیا۔

(۳) اِیلِیَہ جو شاہ ایلیہ نے پیش کیا تھا۔ (سیرت الرسول شاہ ولی اللہ)

آپ کا ایک گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا۔

(سلک المروارید من سیرت الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 33)

# حمد باری تعالیٰ

لکھتا ہے وہی ہر بشر کی تقدیر
وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ
جس کے تابع ہیں جنّات و انسان
فَبِأَيِّ آلَاء رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ
ابتدا ہے وہی اور وہی انتہا
وَتُعِزُّ من تشاء وَتُذِلُّ من تشاء
ابتدا ہے وہی اور وہی انتہا
وَتُعِزُّ من تشاء وَتُذِلُّ من تشاء
ہے تجھکو بس طلب کی جوت
كُلِّ نَفْسٍ ذَائقة الْمَوْتِ
انساں کو ہے لاحاصل کا جنون
قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ
غیب سے نکال دیتا ہے وہ سبیل
حَسْبُنَا اللّٰہ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
ہر ایک کو دیتا ہے صلہ بہترین
إِنِّ اللّٰہ مَعَ الصّابِرِينَ
اس سے مانگو وہ ہے بڑا کریم
فَاِنِّ اللّٰہ غَفُوْرٌ رِّحِیْمٌ
تخلیقِ انسانی کا ہے مقصد
قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ
تیری رضا میں ہی ہے سکون
فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ

# نعتیہ کلام

کلام: سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اے رسولِ امیں خاتم المرسلیں ﷺ　　تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقین　　تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
ابراہیمی و ہاشمی خوش لقب　　اے تو عالی نسب، اے تو والا حسب
دُودمانِ قریشی کے دُرِ ثمیں　　تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
دست قدرت نے ایسا بنایا تجھے　　جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں، اے ابد کے حسیں　　تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
بزمِ کونین پہلے سجائی گئی　　ھر تیری ذات منظر پہ لائی گئی
سیدالاولیں ﷺ ، سیدالآخریں ﷺ　　تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
تیرا سکہ رواں کل جہاں میں ہوا　　اس زمیں میں ہوا آسماں میں ہوا
تیرے انفاس میں خلد کی یاسمیں　　تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
سدرۃ المُنتہیٰ رہ گذر میں تری　　اب قوسین گردِ سفر میں تری
تو ہے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں　　تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
مصطفیٰ ﷺ مجتبیٰ ﷺ تیری مدح و ثناء　　میرے بس میں نہیں، دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں، لب کو یارا نہیں　　تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں　　کوئی ہے! وہ کہ میں جس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ! نہیں کوئی تجھ سا نہیں　　تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
چار یاروں کی شانِ جلی ہے بھلی　　ہیں یہ صدیق، فاروق، عثمان، علی
شاہد عدل ہیں یہ ترے جانشیں　　تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
اے سراپا نفیس انفسِ دو جہاں　　رورِ دلبراں دلبرِ عاشقاں

ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ حزیں
تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

# قوم میں علماء کا منصب ومقام

احمد قاسمی

گفتگو کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اگر ہم عالم اسلامی تمام طبقوں اور حلقوں کا جائزہ لیں گے، اور اپنے فرائض منصبی سے عہدہ برآ ہونے میں ان کی کوتاہی اور پہلوتہی پر گفتگو کریں گے تو کچھ حاصل نہ ہوگا اور نہ کسی نتیجے تک رسائی مشکل ہوگی۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اس لیے ہم اپنی گفتگو کو علماء کے فرائض اور ان کی ذمہ داریوں تک محدود رکھیں گے یہ گفتگو مفید بھی ہے ا، ور عملی بھی، اس لئے کہ اس وقت بھی حضرات علماء ہی تشریف رکھتے ہیں، اور ہمارا رُوئے سخن بھی انہی کی طرف ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قوم کی اصلاح اور درستگی کا دارومدار علماء کی اصلاح اور درستگی پر ہے، علماء اگر صحیح راستے پر ہوں گے تو قوم بھی صحیح راستے پر ہوگی، اور اگر علماء میں انحرف ہوگا، بے یقینی اور کمزوری ہوگی، اگر ان کے اندر مادی خواہشات کے مقابلے میں صبر اندازی اور حالات کے سامنے جھکنے کا رجحان ہوگا، ان کا معیار زندگی بلند ہوگا، ان کے اندر سادگی اور قناعت کا فقدان ہوگا وہ تنعم پسندی اور راحت طلبی کے عادی ہوں گے تو اس کا اثر لازمی طور پر مسلم عوام پر بھی پڑے گا تو اسی موقع کے لیے کسی شاعر نے کہا تھا۔

مژدہ باد اے مرگ! عیسی آپ ہی بیمار ہے

انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہر ایسی چیز پر فریفتہ ہوتا ہے، جو اس کے پاس موجود نہیں ہوتی، پہلے اسلامی معاشر علماء کا ادب کرتا تھا، اور ان کو بڑے احترام وعظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، جب وہ زھد وقناعت، بے نیازی اور بلند نفسی اور کسی قدر تقشّف وسادگی سے مالا مال تھے، ا، یہاں تک کہ سلاطین وامراء ان سے ڈرتے تھے، ان کا احترام کرتے تھے، اور ان کو اپنے سے بلند سمجھتے تھے۔

لیکن آج علماء کا یہ حال ہے کہ وہ بھی راحت طلبی کی دوڑ میں سب کے ساتھ مصروف ہیں، اور اب ان کے درمیان اور ان کے ہم وطن وہم نسل افراد کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہا، اس لیے معاشرہ بھی انہیں اسی نگاہ سے دیکھنے لگا جس نگاہ سے عوام کو دیکھتا ہے، اور اب لوگوں کے دلوں میں علماء کی کسی نصیحت یا تنقید کی وقعت نہیں پیدا ہوتی۔

دعوت وتبلیغ کے لیے نہایت ضروری ہے کہ علماء اپنے کھوئے مقام کو حاصل کریں، اپنا اعتبار اور اپنی دینی اجتماعی قیمت کا شعور پیدا کریں، اصلاح وتجدید کی تاریخ میں ہم نے دیکھا ہے جب بھی اسلام اور مسلمان کسی زبردست بحران سے دوچار ہوئے ہیں، ہر طرف ناامیدی اور بےیقینی کے بادل چھا گئے ہیں، ایک عالم نمودار ہوا، اصلاح وجہاد کے میدان میں آیا، حالات کو چیلنج کیا اور تاریخ وواقعات کا رخ موڑ کر رکھ دیا۔ اسلامی عقائد کی سلامتی اسلامی شریعت کی عظمت کے تحفظ کا فرض انجام دیا، قوم کے جسم میں ایک نئ روح پھونک دی اور اسے ایک نئ زندگی بخش دی، یہ عمل ہم مسلسل دیکھ رہے ہیں، امام حسن بصری سے شیخ عبدالقادر جیلانی تک، ابن تیمیہ حرانی تک، شیخ احمد سرہندی اور اس صدی کے علمائے ربانیین اور ائمہ مصلحین تک ہر زمانہ اور ہر صدی میں یہ ہوتا آیا ہے، اور قیامت تک اس دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتذکیر کے سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔

دریائے کابل سے دریائے یرموک تک۔ مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ)



# معیاری شاعری کے چند اصول

سمیع اللہ حضروی صاحب

## شاعری کیا ہے؟

یہ ایک مختصر سا سوال ہے جس کے جوابات مشرق ومغرب کے علماء نے اپنے علم کی روشنی میں دیے ہیں۔مثلاً

الف۔کلام موزوں ہو اور بہ ارادہ کہا گیا ہو۔

ب۔شاعری ایک مصوری اور نقالی ہے۔

ج-جس کلام سے انسانی جذبات برانگیختہ ہوں؛وہ شاعری ہے۔

د-شاعری ایک صداقت اور اچھائی ہے۔

ہ-قلبی واردات نظم کرنا؛شاعری ہے۔

و-شعر،شعور سے نکلا ہے اور شعور سے مراد تمیز،احساس،عقل،دانائی وغیرہ ہے۔یعنی وہ کلامِ موزوں جو انسانی عقل کو جلا بخشے؛شعر ہے۔

ز-مخفی نسبتوں اور موثر رشتوں کا دریافت کرنا اور ان کا دل چسپ طریقہ اظہار،شاعری ہے۔

ک-جذبات واحساسات کا ایک خاص انداز سے اظہار کرنا،شاعری ہے۔

(فنِ شاعری از مرزا سلطان احمد:سال اشاعت 1907ء)

جب کوئی شخص کوئی عمدہ شعر یا غزل وغیرہ سنتا یا پڑھتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ خواہش انگڑائی لینے لگتی ہے کہ کاش میں بھی شاعر ہوتا اور ایسے اشعار کہتا۔گویا کہ عمدہ شاعری اپنے قاری کو اپنے سحر میں محسور کر دیتی ہے۔اور یہ ملکہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب شاعر اپنا کلام معیار کی کسوٹی پر پورا اتارنے کی بھرپور کوشش کرے۔اور معیاری شاعری کے لیے ضروری ہے کہ

1-خیال نیا اور عمدہ ہو۔

2-خیال مسروق (چرایا ہوا) نہ ہو۔

3-عمدہ الفاظ کا انتخاب کیا جائے مشکل اور بھدے الفاظ سے بچا جائے۔

4-مرکبات تشبیہات اور استعارات وغیرہ عمدہ اور آسان فہم ہوں۔

5-محاورات کا برمحل استعمال نظم ونثر میں جان ڈال دیتا ہے۔

6-قوافی عمدہ اور پراثر ہوں۔

7-حمدِ باری تعالیٰ لکھتے وقت بلند خیالات کے ساتھ عمدہ اور پرتاثیر الفاظ وتراکیب کا استعمال کیا جائے۔

8-نعت کہنا ایک بے شک مشکل ترین فن ہے۔اسی لیے نعت لکھتے وقت احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھام لیا جائے۔کیوں کہ مقامِ نبوی ﷺ میں ذرہ بھر کمی بیشی کفر کا سبب ہے۔الفاظ تراکیب تشبیہات کا انتخاب عمدہ ہو۔

اور اگر کسی کی منقبت کہنا ہو تو اپنے ممدوح کے مقام اور مرابت کا خیال رکھا جائے۔

9-ایسی بحر کا انتخاب کیا جائے جس پر عبور حاصل ہو۔

10-عیوبِ نظم یعنی شترگربہ،تعقیدِ لفظی،سرقہ (چوری)،تنافرِ لفظی اور عیوبِ قوافی وغیرہ سے بچا جائے۔

11-عامیانہ اور مبتذل

(گھٹیا) خیالات سے دور رہا جائے۔

12-بے جا لفاظی کلام پر برے اثرات مرتب کرتی ہے؛اس سے بچا جائے۔

13-کسی کے نثری خیالات منظوم نہ کیے جائیں۔

14-اگر کسی شاعر کا مصرع لانا چاہیں تو اسے واوین میں لکھیں تاکہ سرقہ کا شبہ نہ رہے۔

15-عمدہ شاعری کے لیے اساتذہ شعراء کا کلام مطالعے میں رہے۔

16-غزل یا نظم لکھنے کے بعد فوراً آگے پیش نہ کی جائے؛اسے بار بار خود تنقیدی نظر سے دیکھیں، جہاں ممکن ہو درستی کریں؛سونا اسی وقت کندن بنتا ہے جب اسے آگ سے گزارا جاتا ہے۔

17-غزل یا نظم درستی کے مراحل سے گزارنے کے بعد کسی کہنہ مشق استاذ کے سامنے پیش کردی جائے تاکہ وہ اسے تنقیدی نظر سے دیکھ لے اور جہاں مناسب سمجھے،تصحیح کردے۔

18-غزل یا نظم میں موسیقی کا عنصر موجود ہونا ضروری ہے۔

19-متروک الفاظ،خودساختہ مرکبات اور محاورات سے دور رہا جائے۔

20-اگر کسی شعر میں مکالمہ نظم کرنا ہو تو سوال پہلے مصرعے میں اور جواب دوسرے مصرعے میں دیا جائے ساتھ ہی سوال اور جواب واوین میں ظاہر کیے جائیں۔

21-قواعد اور املاء کا خاص خیال رکھا جائے۔

22-نظم ونثر میں بہ وقتِ ضرورت رموزِ اوقاف کا استعمال برمحل کیا جانا چاہیے۔

23-عام خیال کو بھی عمدہ الفاظ کے ذریعے پر اثر بنایا جاسکتا ہے،ضروری ہے کہ فصاحت وبلاغت سے کام لیا جائے۔

24-نظم ونثر کے لیے علم البیان،علم المعانی اور علم البدیع کا جاننا ضروری ہے۔ان علوم سے نظم ونثر میں جان پڑ جاتی ہے۔اِن علوم کی روشنی میں کہی گئی بات گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔

25-قوتِ تخیل جس قدر اعلیٰ ہوگی،شاعری اسی قدر عمدہ اور پر اثر ہوگی۔

26-ذخیرہ الفاظ کے اضافے کے لیے مستند لغات کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

27-علم العروض سے واقفیت ضروری ہے۔تاکہ شعر کہتے وقت معلوم ہو کہ اس کی بحر اور ارکانِ بحر کون سے ہیں؟
یاد رہے کہ بعض لوگوں کی طبیعت موزوں ہوتی ہے انھیں اشعار لکھتے ہوئے اس کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی ان کے اشعار باوزن ہوتے ہیں لیکن کسی کے پوچھنے یا کسی کو بتانے کے لیے ضروری ہے وہ بھی علم العروض سے باخبر ہوں۔

28-جہاں تک ممکن ہو مشکل بحور سے اجتناب کیا جائے۔آسان اور رواں بحور میں موسیقیت کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔دوسری بات اگر شعر کہنے والا مشکل بحور پر کما حقہ قدرت رکھتا ہو تو یہ الگ بات ہے۔

29-شاعر اگر کسی کیفیت کا اظہار کرنا چاہتا ہے یا منظر نگاری مصقود ہے تو ضروری ہے کہ وہ اسی کے مطابق الفاظ کا چناؤ کرے۔

30-آمد اور آورد سے بہ خوبی واقفیت ہو۔

31-اگر کسی شخص (محبوب یا رقیب) کا ذکر کرے تو اس کے مراتب کا لحاظ رکھا جائے۔

32-طنزیہ شاعری میں بھی اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

33-شاعری کا میدان وسیع ہے اس لیے شاعر جو بھی پیغام دینا چاہے،اس کے لیے ضروری ہے کہ پر اثر اندازِ تخاطب اپنائے۔

34-اگر بہ طورِ مثال کسی تاریخی واقعہ کا بیان مقصود ہو تو لازمی ہے کہ وہ اس واقعے سے متعلق پہلے تحقیق کرلے۔

35-اگر بچوں کے لیے اخلاقی نظم لکھنا ہو تو ضروری ہے کہ عنوان عمدہ ہو اور الفاظ کا چناو،بچوں کی علمی حیثیت مدنظر رکھ کر کیا جائے۔۱۰

36-وارداتِ قلبی کا اظہار عمدگی سے کیا جائے۔

# فضائل ختم نبوت

محمد داؤد الرحمن علی

اللہ رب العزت نے انسانیت کی رہنمائی کے لئے انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا۔نبوت ورسالت کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد مصطفی، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام پذیر ہوا۔خلاّقِ اعظم نے اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کے لقب سے سرفراز فرمایا۔رب کائنات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دین مبین کی تکمیل فرمائی اور وحی جیسی نعمت کو تمام فرمادیا اور اسلام جیسے عالمگیر دین کو رہتی دُنیا تک کے لئے اپنا پسندیدہ دین قرار دے دیا۔عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اور اساسی عقائد میں سے ہے جس کے مجروح ہوجانے سے ہمارے دامن ایمان میں کچھ بچتا ہی نہیں۔قرآنِ مجید نے جہاں ہماری نجات کے لیے توحید وقیامت، معاد وحشر کے عقیدہ کو جزو لازم ٹھہرایا ہے وہاں عقیدہ ختم نبوت کو ایمان کا جزو لاینفک قرار دیا ہے۔جس سے سرِ موتجاوز کو خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بتایا ہے۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

مَّاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

(مسلمانو!) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اللہ ہر بات جاننے والا ہے۔(سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 40)

تمام امت کا اس پر اجماع ہے اور تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہیں کہ ''خاتم النبیین'' کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو منصبِ نبوت پر فائز نہیں کیا جائیگا۔

### لفظ ''خاتم النبیین'' کی نبوی تفسیر

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں۔'' (ابوداؤد، ترمذی) اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ''خاتم النبیین'' کی تفسیر ''لا نبی بعدی'' کے ساتھ خود فرمادی ہے۔

## لفظ ''خاتم النبیین'' پر صحابہ اکرام کی تفسیر

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آیت کی تفسیر میں فرمایا" اور لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین یعنی آخر النبیین ہیں۔" (ابن جریر صفحہ 16 جلد 22)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے آیت خاتم النبیین کے بارہ میں یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ" اللہ تعالیٰ نے تمام انبیأ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسولوں میں سے جو اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے آخری ٹھہرے۔" (درّ منثور صفحہ 204 جلد 5)

## لفظ ''خاتم النبیین'' اور اجماع امت

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں" یہ آیت اس مسئلہ میں نص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول بدرجہ اولیٰ نہیں ہوسکتا، کیونکہ مقام نبوت مقام رسالت سے عام ہے۔ کیونکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہوتا اور اس مسئلہ پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث وارد ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر صفحہ 493، جلد 3)

علامہ سید محمود آلوسی تفسیر روح المعانی میں زیر آیت خاتم النبیین لکھتے ہیں: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایسی حقیقت ہے جس پر قرآن ناطق ہے، احادیث نبویہ نے جس کو واشگاف طور پر بیان فرمایا ہے اور امت نے جس پر اجماع کیا ہے، پس جو شخص اس کے خلاف کا مدعی ہو اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور اگر وہ اس پر اصرار کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔" (روح المعانی ص 39 ج 22)

امام قرطبی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ" خاتم النبیین کے یہ الفاظ تمام قدیم وجدید علماء کے امت کے نزدیک کامل عموم پر ہیں۔ جو نص قطعی کے ساتھ تقاضا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (تفسیر قرطبی صفحہ 196 جلد 14)

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" بے شک امت نے بالاجماع اس لفظ (خاتم النبیین) سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول، اور اس پر اجماع ہے کہ اس لفظ میں کوئی تاویل وتخصیص نہیں اور اس کا منکر یقیناً اجماع امت کا منکر ہے۔" (الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ 123)

## عقیدہ ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن کو پڑھیئے الحمد کے الف سے لے کر والناس کے سین تک کہیں بھی نہ اشارۃً نہ کنایۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ظلی، بروزی تشریعی وغیر تشریعی نبی کا اور وحی کا ذکر نہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں قرآن نے یہ اسلوب اختیار فرمایا کہ ان کا ذکر کرتے وقت رسل جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے مثلاً ''يَا بَنِيْ آدَمَ اِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُم'' (سورۃ اعراف) حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا'' (سورۃ حدید) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ'' (سورۃ بقرہ) تمام جگھوں میں رُسُل جمع ہی کا لفظ ہے لیکن جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو اسلوب قرآنی بدل گیا اور جمع کے صیغہ رُسُل کے بجائے واحد کا صیغہ رسول استعمال کیا ''وَمُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِ اسْمُهٗ اَحْمَد'' جس سے عقیدہ ختم نبوت واضح ہوتا ہے یوں قرآن کریم کو بنظرِ تحقیق دیکھئے تو عالم ارواح میں رب العالمین نے انبیاء کے میثاق میں ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ'' فرما کر عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

سورۃ مائدہ میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْناً (سورہ مائدہ:3)

یہ آیت بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔ اللہ کریم نے اس میں تین چیزیں ذکر کی ہیں۔

۱۔ کہ اے نبی کے امتیو! میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اب اس دین کے بعد کسی نئے دین کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ فرمایا میں نے تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی ہے وہ نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ہے لہٰذا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہی۔

۳۔ فرمایا میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا ہے اب تمہاری ہر ضرورت ومشکل کا حل اسلام میں ہے اب نئی شریعت نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت قرآن مجید کی ایک سو آیات سے ثابت ہے اور دو سو دس احادیث مبارکہ میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے مگر یہاں اختصار کے ساتھ چند احادیث ذکر کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت ابو حازم فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا۔ میں نے خود سنا کہ وہ یہ حدیث بیان فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَه نَبِيٌّ وَاِنَّه لاَ نَبِيَّ بَعْدِىْ، وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ، قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوْا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرام کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہوجاتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنادیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، اُن کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی رعیت کے متعلق اُن سے سوال کرے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث: ۳۴۵۵)

۲۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ لِيْ أَسْمَاءً، اَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَاَنَا الْمَاحِي يَمْعُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَاَنَا الْعَاشِرُ الَّذِىْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِىْ لَيْسَ بَعْدَه اَحَدٌ.

بے شک میرے کئی اسماء ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں میں ہوگا، اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ شخص ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائه صلی الله علیه وسلم، حدیث: ۶۱۰۶)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كَيْفَ أَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ.

اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے کوئی شخص ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعة نبینا محمد صلی الله علیه وسلم، حدیث: ۳۹۲)

۴۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّيْنَ

بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اور انبیاء کرام کا خاتم ہوں۔ (المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ الاحزاب، حدیث: ۳۵۶۶، جلد: ۷، ص: ۴۵۳۔ مسند احمد، حدیث عرباض بن ساریه، جلد ۴، ص: ۱۲۷)

۵۔حضرت ضحاک بن نوفل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ وَلَا اُمَّةَ بَعْدَ اُمَّتِیْ

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری اُمت کے بعد کوئی امت نہیں ہوگی۔(**المعجم الکبیر للطبرانی، عن ضحاک بن رمل الجھنی، حدیث: ۸۱۴۶، ج:۸، ص:۳۰۳**)

۶۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ، فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! تَخَلَّفْنِیْ فِی النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ: اَمَا تَرْضٰی أَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰی؟ غَيْرَ أَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہیں لیا بلکہ گھر پر چھوڑ دیا تو انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ لیکن میرے بعد نبوت نہیں۔(**صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی الله تعالی عنه، حدیث:۶۲۱۸-۶۲۲۱**)

۷۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

فَاِنِّیْ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ، وَاِنَّ مَسْجِدِیْ آخِرُ الْمَسَاجِدِ

بے شک میں آخر الانبیاء ہوں، اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔(**صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰة بمسجدی مکة والمدینة، حدیث: ۳۳۷۶**)

۸۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا:

يَا أَبَاذَرٍ أَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ آدَمُ وَآخِرُهٗ مُحَمَّدٌ

اے ابوذر! انبیاء کرام میں سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔(**الفردوس بمأثور الخطاب للدیلمی، عن ابوذر، حدیث: ۳/۱: ۹۸۵**)

۹۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فُضِّلْتُ عَلَی الْأَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ، وَجُعِلَتْ لِیَ الْأَرْضُ

طَهُوْرًا وَمَسْجِدًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ

مجھے تمام انبیاء کرام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی اوّل یہ کہ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے اور دوسرے یہ کہ رُعب سے میری مدد کی گئی۔ تیسرے میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا۔ چوتھے میرے لئے تمام زمین پاک اور نماز پڑھنے کی جگہ بنادی گئی۔ پانچویں میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ چھٹے یہ کہ مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ **(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و موضع الصلاۃ، حدیث:۱۱۶۷)**

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَتْ تَسُوْسُهُمْ اَنْبِیَائُهُمْ کُلَّمَا ذَهَبَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ وَّاِنَّهُ لَیْسَ کَائِنًا فِیْکُمْ نَبِیٌّ بَعْدِیْ

بنی اسرائیل کا نظام حکومت ان کے انبیاء کرام چلاتے تھے جب بھی ایک نبی رخصت ہوتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا اور بے شک میرے بعد تم میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ **(ابو بکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ، امام، المصنف، جلد ۱۵، ص: ۵۸۔ کراچی: ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ)**

۱۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کردہ ایک طویل حدیث مبارکہ میں ہے:

بَیْنَ کَتِفَیْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ.

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔ **(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب وصف آخر من علی رضی الله تعالی عنه، حدیث:۳۶۳۸)**

۱۲۔ علامہ علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی رحمہ اللہ نے "**کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال**" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

یا ایها الناس! انه لا نبی بعدی ولا امة بعدکم، الا! فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم، وصوموا شهرکم، وصلوا ارحامکم، وادوا زکاة اموالکم طیبة بها انفسکم، واطیعوا ولاة امرکم، تدخلوا جنة ربکم

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اُمت ہے۔ سنو! اپنے رب کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز پڑھو اور اپنے مہینے (رمضان) کے روزے رکھو اور اپنی رشتہ داریاں جوڑو اور اپنے اموال کی زکوٰۃ خوشدلی سے ادا کرو اور اپنے اولوالامر کی اطاعت کرو، تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ **(علی المتقی الهندی کنزل العمال فی سنن الاقوال و الافعال، حدیث: ۴۳۶۳۷، بیروت: موسوعة الرسالة، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵/، ج:۱۵، ص:۹۴۷)**

۱۳۔امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں، امام طحاوی نے مشکل الآثار میں، علامہ جلال الدین سیوطی نے الدر المنثور میں، علامہ علی المتقی الہندی نے کنز العمال میں، امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے:

**لا نبی بعدی ولا أمة بعد**

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں۔ **(زغلول، ابوطاهر محمد السعيد بن بسيونى، موسوعة اطراف الحديث النبوى الشريف، بيروت: دار الفكر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴/، ج:۷، ص:۲۸)**

۱۴۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے جن چھ خصوصیات کا ذکر فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی ہے: ''میں تمام مخلوق کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔'' **(مشکوٰۃ صفحہ 512 باب فضائل سید المرسلین' مسلم جلد1 صفحہ199)**

۱۵۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین و جمیل محل بنایا مگر اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد گھومنے اور اس پر عش عش کرنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ یہ اینٹ بھی کیوں نہ لگا دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں وہی (کونے کی آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔'' **(صحيح البخارى، كتاب المناقب، باب خاتم النّبيين صلى الله عليه وسلم، حديث: ۳۵۳۴، ۳۵۳۵)**

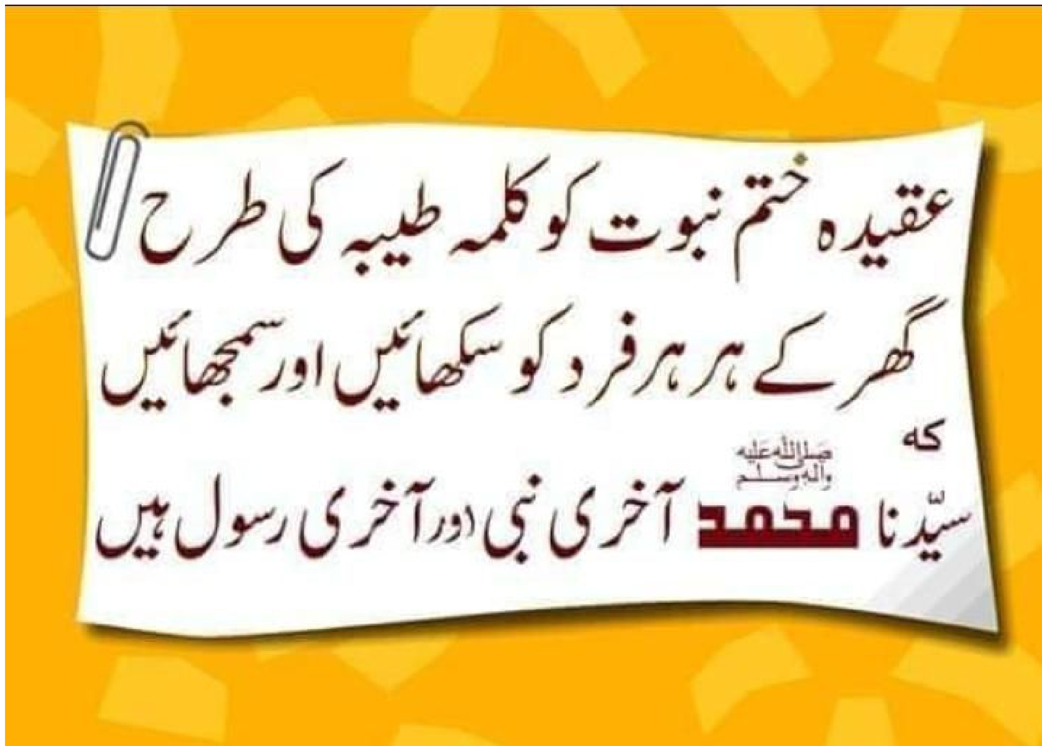
محترم قارئین اکرام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سب کے لیے ہے آپ انسانوں کے نبی ہیں، آپ جنوں کے نبی ہیں، آپ فرشتوں کے نبی ہیں، آپ آسمانوں کے نبی ہیں، آپ زمینوں کے نبی ہیں، آپ تمام نبیوں کے نبی ہیں، غرضیکہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات کے نبی ہیں۔ حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی برکت سے زہد کا ہر گوشہ آئے گا لیکن نبوت سے نبوت نہیں آئے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی برکت سے صداقت آئے گی، عدالت آئے گی سخاوت آئے گی، شجاعت آئے گی، دیانت آئے گی وفا آئے گی تمنا، رضا، صبر، تحمل، تجمل، جمال، جلال، عقائد، اخلاق، اعمال، آئینگے۔ مگر نئی نبوت نہیں آئے گی۔ الوھیت میں خدا یکتا ہے نبوت میں میرا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم یکتا ہیں۔ خدا رب العلمین ہے، کعبہ ھدی اللعلمین ہے، قرآن ذکر للعلمین ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

محترم قارئین! ختم نبوت کا عقیدہ اساسی اور بنیادی عقیدہ ہے اس کے بغیر انسان کا ایمان و اسلام مقبول نہیں ہے اس لیے ہر مسلمان ختم نبوت کا عقیدہ رکھے۔ عقیدہ ختم نبوت اتنا اہم ہے کہ قرآن مجید کی ایک سو سے زائد آیات میں اس کا ذکر ہے۔ اور دو سو دس احادیث میں اس کا ذکر ہے۔

جس میں سے ایک سو سے زیادہ احادیث متواترہ ہیں۔ جن میں سے میں نے چند آیات اور احادیث کا ذکر کیا ہے۔

نبیوں میں نبی ایسا کہ خاتم الانبیا ٹھرا
حسینوں میں حسین ایسا کہ محبوب خدا ٹھرا

دعا ہے اللہ رب العزت تحفظ ختم نبوت کا علم بلند کرتے ہوئے ختم نبوت کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین



# جنگ یمامہ

محمد شعیب

مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت کے نتیجے میں لڑی گئی جہاں 1200 صحابہ کرامؓ کی شہادت ہوئی اور اس فتنے کو مکمل مٹا ڈالا۔

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ خطبہ دے رہے تھے: لوگو! مدینہ میں کوئی مرد نہ رہے، اہل بدر ہوں یا اہل احد سب یمامہ کا رخ کرو"

بھیگتی آنکھوں سے وہ دوبارہ بولے:

مدینہ میں کوئی نہ رہے حتیٰ کہ جنگل کے درندے آئیں اور ابوبکرؓ کو گھسیٹ کر لے جائیں"

صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ اگر علی المرتضیٰؓ، سیدنا صدیق اکبرؓ کو نہ روکتے تو وہ خود تلوار اٹھا کر یمامہ کا رخ کرتے۔

13 ہزار کے مقابل بنوحنفیہ کے 70000 جنگجو اسلحہ سے لیس کھڑے تھے۔ یہ وہی جنگ تھی جس کے متعلق اہل مدینہ کہتے تھے: "بخدا ہم نے ایسی جنگ نہ کبھی پہلے لڑی نہ کبھی بعد میں لڑی" اس سے پہلے جتنی جنگیں ہوئیں بدر احد خندق خیبر موتہ وغیرہ صرف 259 صحابہ کرام شہید ہوئے تھے۔ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع میں 1200 صحابہؓ کٹے جسموں کے ساتھ مقتل میں پڑے تھے۔

اے قوم! تمہیں پھر بھی ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت معلوم نہ ہوئی۔

انصار کا وہ سردار ثابت بن قیس ہاں وہی جس کی بہادری کے قصے عرب و عجم میں مشہور تھے اس کی زبان سے جملہ ادا ہوا:

اے اللہ! جس کی یہ عبادت کرتے ہیں میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں" چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا جب وہ اکیلا ہزاروں کے لشکر میں گھس گیا اور اس وقت تک لڑتا رہا جب تک اس کے جسم پر کوئی ایسی جگہ نہ بچی جہاں شمشیر و سناں کا زخم نہ لگا ہو۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا لاڈلا بھائی ہاں وہی زید بن خطابؓ جو اسلام لانے میں صف اول میں شامل تھے انہوں نے مسلمانوں میں آخری خطبہ دیا:

واللہ! میں آج کے دن اس وقت تک کسی سے بات نہ کرونگا جب تک کہ انہیں شکستہ نہ دے دوں یا شہید نہ کر دیا جاؤں" اے قوم! تمہیں پھر بھی ختم نبوت ﷺ کی اہمیت معلوم نہ ہوئی۔

وہ بنو حنفیہ کا باغ "حدیقۃ الرحمان" تھا جس میں اتنا خون بہا کہ اسے "حدیقۃ الموت" کہا جانے لگا۔ وہ ایسا باغ تھا جس کی دیواریں مثل قلعہ کے تھیں کیا عقل یہ سوچ سکتی ہے کہ ہزاروں کا لشکر ہو اور براء بن مالکؓ کہے:

*"لوگو! اب ایک ہی راستہ ہے تم مجھے اٹھا کر اس قلعے میں پھینک دو میں تمہارے لئے دروازہ کھولونگا

اس نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر منکرین ختم نبوت کے اس لشکر جرار کو دیکھا اور پھر تن تنہا اس قلعے میں چھلانگ لگا دی قیامت تک جو بھی بہادری کا دعوی کرے گا یہاں وہ بھی سر پکڑ لے گا!!! ایک اکیلا شخص ہزاروں سے لڑ رہا تھا ہاں اس نے دروازہ بھی کھول دیا اور پھر مسلمانوں نے منکرین ختم نبوتؐ کو کاٹ کر رکھ دیا

اے قوم! کاش کہ تم جان لیتے کہ تمہارے اسلاف نے اپنی جانیں دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا دفاع کیا ہے۔ کاش تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صحابہؓ کے جذبوں کا علم ہوتا جو ایک مٹھی بھر جماعت کے ساتھ حد نگاہ تک پھیلے لشکر سے ٹکرا گئے

قادیانیت ایک بہت بڑے فتنے کی صورت میں نمودار ہے پس ہر صاحب ایمان کے ذمے ہے کہ وہ اس کے سد باب کی کوششوں میں شریک ہو۔

اے مسلمانوں، تحفظ ختم نبوتؐ کے جہاد میں اپنا اپنا کردار ادا کرو تا کہ قیامت کے دن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔

حضور خاتم النبین ﷺ خاتم المرسلین ﷺ کی عزت حرمت اور اٰبرو کی خاطر جاگتے رہیں کیونکہ اسی میں نجات ہے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ھے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

# نحوست کے تمام تصورات اسلام نے مٹا دیئے

مولانا عبدالقوی ذکی حسامی، استاذ دارالعلوم رشیدیہ، مہدی پٹنم، حیدرآباد

اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے، جس کا خالق اللہ ہے، وہ یحب النظافۃ والی صفت کا حامل ہے، اس دین کے مبلغ و پیغامبر حضرت محمد ﷺ ہیں، جو نفاست ولطافت، نزاکت ولطافت کے اونچے کردار کے علمبردار تھے، قرآن مجید اسی دین کی آخری کتاب ہے جسکی تبریک کی طلبگار ساری انسانیت ہے، جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام کے مصادر وماخذ ہر اعتبار سے صاف وستھرے معیار پر فائز ہیں، تو پھر انہیں سے متشرح احکامات، ارشادات، اوامر ونواہی میں نحوست کا تصور کہاں سے در آیا ہے، سچ یہ ہیکہ زمانہ جاہلیت کی رسومات دوبارہ عود کر آرہی ہیں، بنیادی طور پر مسلم معاشرہ میں نحوست کا جو تصور بالخصوص طبقہ خواتین میں جو پایا جاتا ہے اسکی دو وجوہات ہیں ایک یہ کہ اسلامی تعلیمات کی کمی یا اس سے عدم واقفیت ہے، بلکہ بہت سے تو اسلام کی ابجد ہی سے نابلد ہوتے ہیں، دوسری وجہ اغیار سے غیر ضروری قربت اور تعلقات میں بے احتیاطی، ان کے رسومات وتقریبات کا ماحول، خوشی وغم کا منظر کسی مضبوط دینی اساس کے بغیر دیکھا جائے تو نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ مسلمان کہے جانے والا بھی تاریخ، مہینہ، دیگر کائنات ارضی پر موجود بے جان چیزوں اور پرندوں میں بھی نحوست خیال کرے گا، ماقبل اسلام اہل عرب بہت سی چیزوں میں نحوست کا تصور رکھا کرتے تھے، اور یہ اسوقت عام سی بات تھی، مثلاً خانہ کعبہ میں چند تلواروں کو "نعم" یا "لا" سے مختص کر لیتے اور اسکو بذریعہ قرعہ اٹھاتے، جو تلوار اٹھتی اسکے مطابق فیصلہ کرتے تھے، سفر کی روانگی پر دیکھا جاتا تھا کہ سامنے کے درخت پر اگر کوئی پرندہ ہو تو اسکو اڑادیا جاتا تھا اگر وہ دائیں جانب پرواز کرے تو سفر کی کامیابی کی ضمانت ہوتی، بائیں سمت اگر وہ پرندہ چلا جائے تو سفر میں نقصان ہونے کا اندیشہ کیا کرتے تھے، آقا ﷺ نے اس کی نفی فرمادی اور ارشاد فرمایا کہ **اقروا الطیور علی مکانتها** ۔ پرندوں کو اپنی جگہ پر بیٹھے رہنے دو ۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کا ایک عقیدہ تعدیہ کا تھا یعنی بیماریاں ایک دوسرے میں متعدی ہوتی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا **لاعدوی** (تعدیہ کوئی چیز نہیں) تعدیہ کے متعلق ایک دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ اونٹ ریتیلے علاقوں میں ہرنوں کی طرح تیز وطرار رہتے ہیں انہیں کوئی بیماری نہیں ہوتی ہے، لیکن ایک خارش زدہ اونٹ ان کے درمیان آکر گھل مل جاتا ہے۔

تو وہ سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا **فمن اعدی الاول** پہلے اونٹ کو کس نے خارش دی، جب پہلے والے اونٹ

کو خارش من جانب اللہ خارش ہوئی تو انہیں بھی اللہ کے حکم سے ہوئی ہے

**فقام رجل من الاعراب فقال یا رسول اللہ ارایت الابل تکون فی الرمال امثال الظباء فیخالطھا البعیر الاجرب فیجربھا جمیعا قال رسول اللہ ﷺ فمن اعدی الاول (البخاری ۵۷۱۷)**

''الّو'' جو ایک پرندہ ہے اسکے متعلق یہ خیال تھا کہ مردے کا جسم جب ''گل سڑ'' جاتا ہے تو اسکی ہڈیاں ''الّو'' کی شکل میں میت کے گھر کے اطراف میں گھومتی ہیں، آپ ﷺ نے **ولا ھامۃ** فرما کر اس نحوست والے نظریہ کو بھی ختم کر دیا یہ کوئی چیز نہیں ہے، بالکل یہی نظریہ آج شکل کی تبدیلی کے ساتھ یہ رکھا جاتا ہے کہ شب معراج، شب برات میں مردوں کی روحیں اپنے اپنے گھر آیا کرتی ہیں لہذا اشیائے خوراکی میں اضافی چیزیں بڑھائی جائے وغیرہ۔ اسی طرح ایک عقیدہ صفر سے متعلق یہ موضوع روایت کے ذریعہ مشہور کر دیا گیا **من بشرنی بخروج صفر بشرتہ بالجنۃ**۔ جو شخص مجھے صفر کا مہینہ ختم ہونے کی خوشخبری دے میں اسے جنت کی خوش خبری دوں گا، تمام علماء اسکے موضوع ہونے پر متفق ہیں، اسکے علاوہ ماہ صفر کو منحوس سمجھنا، اس میں کسی قسم کی دعوت محض اس بنا پر نہ کرنا کہ اس ماہ میں اگر دعوت کی جائے گی تو نحوست آجائے گی، اس ماہ میں عقد نکاح یا پیغام نکاح یا سفر وغیرہ کا کرنا منحوس سمجھا جاتا ہے، بعض ایام کو بابرکت خیال کرنا اور بعض کو منحوس تصور کرنا جیسے ''تین تیرہ نو اٹھارہ'' کے ایام، یا ماہ صفر کو سرے منحوس گردانا، یہ اس دور میں جاہل لوگوں کا ایک وطیرہ بن گیا ہے، حالانکہ نبی ﷺ نے اسکی خوب تردید فرمائی اور فرمایا ولا صفر، تیرہ تیزی کی کوئی حقیقت نہیں، ذرا اس جیسے عقیدہ رکھنے والوں کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا

**ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرًا یوم خلق السموت والارض (التوبۃ)**

یعنی یہ مہینے اللہ کے یہاں آسمان و زمین کی تخلیق کے وقت ہی سے شمار کئے جاتے تھے، تو نحوست کہاں سے گھس آگئی، اہل عرب اس کا بھی تصور رکھا کرتے تھے کہ جنگلوں اور بیابانوں میں بھوت پریت نظر آتے ہیں جو لوگوں کو گم کردہ راہ کر دیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ولا غول بھوت پریت کا کوئی وجود ہی نہیں، بدشگونی لینا بدفالی لینا، بلی کا سامنے سے گذر جانے کو منحوس سمجھنا، کوے کا گھر پر چیخ و پکار کرنے کو مہمان کی آمد خیال کرنا یہ اور اس جیسی بے ہودہ باتیں مسلم معاشرہ میں پائی جاتی ہیں جسکی کوئی حقیقت نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا الطیرۃ شرک بدشگونی لینا یا بدفالی لینا اعمال شرکیہ ہیں، جہالت کی انتہاء یہ ہیکہ اس وقت بازاروں میں ایک مصنوعی مشین رکھی رہتی ہے جسکی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اسپر کھڑے ہو کر اپنے دل کی کیفیات سے باخبر ہو جائے، کس قدر عقل و شعور سے عاری ہونے کی دلیل ہے

،قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا

**ومارتدری نفس ماذاتکسب غدا(لقمان)**

تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ آئندہ کل کیا کرو گے، میزان عقل پر بھی یہ بات اگر پرکھی جائے تو یہ مسئلہ دو اور دو چار کی طرح واضح ہو جائے گا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ انسان پاکیزگی خالص کا ڈھانچہ نہیں ہے، اسکی ابتدا ہی ایک نطفہ غلیظہ سے ہوئی، اس کے بدن سے خارج تمام مواد ناپاک، نجس اور ناپسند خاطر ہوتا ہے، پاکی کیلئے اسے پانی کا استعمال ناگزیر ہوتا ہے، اسی طرح تخلیقی جہالت کی بنا پر درست رہبری نہ ہو تو انسان اعتقادی، فکری اور عملی لحاظ سے بھی کمزور اور کج رَو ہو جاتا ہے، اسکے لئے لازمی ہے کہ آفاقی دین کی تعلیم قابل اعتماد ذرائع سے ہو، جس طرح منھ کی پیاس بیت الخلا کے نل سے بجھائی نہیں جاسکتی ہے، اسی طرح دین اسلام کی تعبیر وتشریح، تفسیر وتحقیق کسی اَن پڑھ اور ٹیکنالوجی کے واسطے سے نہیں لی جاسکتی ہے، اگر شریعت مطہرہ کی تعلیم ذرائع حقہ سے نہ لی جائے تو جائز وناجائز کا کوئی پیمانہ نہیں رہتا ہے۔ اور ضال ومضل ہوکر امت مسلمہ کیلئے راہ جہنم کے رہبر بن جاتے ہیں۔ دعاوں میں اپنی اس دعا کو شامل کرلینا چاہیے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

**اللهم لا یاتی الحسنات الا انت ولا یدفع السئیات الا انت ولا حول ولا قوة الا بالله (ابوداود)**

اے باری تعالی اچھائیوں کو آپ کے سوا کوئی نہیں لاتا، اور برائیوں کو آپ کے سوا کوئی نہیں ہٹا سکتا، اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔

(مستفاد از مضمون۔ مفتی رفیع الدین حنیف)

حافظ سفیان بن عینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**"جس نے علم حاصل کیا اس نے اللہ سے سودا کیا۔"**

اللہ تعالی سے سودا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ سے تجارت وسودا کیا ہے یقیناً وہ اللہ سے کی گئی تجارت فائدہ مند ثابت ہوگی اور خیر وبھلائی سے بھری ہوگی۔

(اقوال السلف والعلماء وانسداد البدع والمنکر)

اللہ تعالی ہمیں حصول علم کے ساتھ اخلاص عطا فرمائے آمین

معمار دارالعلوم کے جانشین فخرِ ملتِ سید المرسلین

# حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند (۱۲۷۹ھ مطابق 1862ء۔۱۳۴۷ھ مطابق 1928ء)

مولانا احمد قاسمی

اماں بی حضرت مولانا محمد احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ سب ان کو اماں بی کہا کرتے تھے، میں نے بچپن میں ان کو دیکھا ہے، بوٹا سا قد ہلکا پھلکا بدن، پرنور جھریوں بھرے چہرے پر ایک عجیب سی تابانی۔ میری نانی مرحومہ زینب معصوم (متوفی جون ۱۹۷۴ء) کا اماں بی سے بڑا تعلق تھا اور وہ اکثر اسے ملنے کے لیے ہم بھائیوں میں سے کسی کو ساتھ لے جایا کرتی تھیں۔

اس زمانے میں دیوبند کی گلیوں میں ٹمٹماتے دیوں کی روشنی ہوا کرتی تھی، لیمپ لگے ہوئے تھے، ان میں ایک کپی لگی رہتی تھی، شام کو میونسپلٹی کا ملازم لیمپ صاف کر کے کپی میں تیل بھر کر جلا دیتا تھا جو صبح تک کے لئے کافی ہو جاتی تھی، اس کی روشنی بس ایک ٹمٹماتے دیئے جیسی ہی ہوتی تھی اس زمانے میں بجلی عام نہیں ہوئی تھی چند بڑے گھروں میں بجلی تھی باقی سرسوں کے مٹی کے دیئے یا مٹی کے تیل کی لالٹینیں گھروں میں روشنی کے لئے استعمال ہوا کرتی تھیں۔

نانی مرحومہ جن کو ہم بھائی بہن اماں جان کہا کرتے تھے، جب کہیں جاتی تھی تو ہم میں سے کسی کو ساتھ لے لیتی تھیں، ہاتھ میں مٹی کے تیل کی لالٹین ہوتی تھی جس سے ہم راستہ دکھاتے ہوئے اماں جان کی انگلی پکڑے ہوئے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔

آستانۂ قاسمی حضرت مہتمم صاحب یعنی قاری محمد طیب صاحب کا مکان ایسا ہے کہ صدر دروازے سے مکان کے دروازے تک ایک لمبی سی راہداری ہے، پھر داہنے ہاتھ پر حضرت قاری صاحب کا مکان اور اس کے بالکل بائیں ہاتھ پر ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد طاہر صاحب کا کے مکان کا دروازہ تھا (اب یہ دروازہ بند ہو چکا ہے)

جب ہم اماں جان کے ساتھ جاتے تھے تو لمبی راہ داری ختم ہوتے ہی اماں جان کہا کرتی تھیں کہ لالٹیں یہیں رکھ دو اماں بی کو مٹی کے تیل کی بدبو ناگوار ہوتی ہے، چنانچہ ہم لالٹین دروازے سے کافی دور رکھ دیتے تھے؛ مگر اس کے باوجود اماں بی کا تیز احساس مٹی کے تیل کی بو کو محسوس کر لیتا تھا اور وہ کہتی تھیں:

بیا! اماں جان کا پیار کا نام تھا جس سے ان کے بڑے ہی ان کو پکارتے تھے، تو اپنے ساتھ مٹی کے تیل کی لالٹین لائی ہے“۔

ہمیں بڑا تعجب ہوتا تھا، اس لئے کہ اماں بی کا کمرہ دالان پار کر کے صحن کے بائیں حصے میں تھا، اور وہ اتنی دور سے بو کو محسوس کر لیتی

تھیں۔

بس کچھ چھوٹی چھوٹی باتیں کچھ ہلکی سی جھلک بچپن کی ان میٹھی یادوں کے ذہن میں ہے۔اماں بی کا سراپا، ان کی پھوکی پھوکہ معصومانہ باتیں جیسے ذہن کے پردے پر نقش ہوگئی ہیں، سچ تو یہ ہے کہاماں بی اپنی انکساری، سلیقہ مندی، ہمدردانہ رویئے ان سب خوبیوں کے ساتھ ایک شہزادی معلوم ہوتی تھیں۔

مولانا محمد احمد صاحب کو ہم لوگوں نے نہیں دیکھا، مگر جتنا کچھ ان کے بارے میں سنا ہے اور پڑھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گھر آنے کا اور خاص طور پر ہمارے دادا رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کا اتنا گہرا تعلق تھا کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ دونوں حقیقی بھائی سے کم ہوں گے۔

چنانچہ مولانا محمد منظور نعمانی اپنی کتاب "تحدیث نعمت" میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو عہدے کے لحاظ سے اصل مہتمم تھے، کچھ مدت پہلے سے مرحوم ریاست حیدرآباد کے مفتی عدالت عالیہ کا منصب قبول فرما چکے تھے اور اس کی وجہ سے وہیں قیام فرماتے تھے بلکہ کہا جاتا تھا کہ حضرت حافظ صاحب کے حیدرآباد تشریف لے جانے سے پہلے بھی اہتمام سے متعلق کاموں کا زیادہ تعلق حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رہتا تھا، غالباً اس میں اس کو بھی دخل تھا کہ دونوں حضرات میں ایسا تعلق تھا کہ دوری کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا"۔

معلوم ہوا کہ دونوں حضرات میں اس درجہ قرب تھا کہ کسی کو احساس نہیں ہوتا تھا یہ کام حافظ صاحب نے کیا ہے یا مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ نے کیا ہے، غالباً یہ تعلق مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ کو اپنے والد سے ورثے میں ملا تھا، کیونکہ مولانا فضل الرحمن صاحب جو دارالعلوم کے ابتدائی بانیوں میں سے ایک تھے ان کا بھی انتہائی عقیدت اور نیازمندی کا تعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی ہے اسمیں لکھا ہے کہ حضرت نانوتویؒ کی وفات پر جو مادۂ تاریخ خود مولانا یعقوب صاحب نے نکالا تھا "کیا چراغ گل ہوا" اور پھر لکھا ہے کہ:

کئی طور پر اور دوسرا مادہ نہایت عمدہ بغایت پسندیدہ مولوی فضل الرحمان صاحب دیوبندیؒ نے بھی نکالا ہے":

وفات سرور عالم کا ایک نمونہ ہے"

مولوی صاحب نے ایک قطعہ نظم بھی فرمایا ہے جس کا یہ ایک مصرعہ ہے"۔(ہے سوانح قاسمی حصہ اول صفحہ: ۴۸؛ ناشر دارالعلوم دیوبند)

بہرحال اس گہرے تعلق کا یہ فائدہ ہوا کہ ان دونوں بزرگوں نے مل کر دارالعلوم دیوبند کو ظاہری اور باطنی اعتبار سے بام عروج تک پہنچا دیا۔

مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے سوانح عمری میں لکھا ہے کہ:

بعد نکاح کے والد (مولانا قاسمؒ کے والد اسد علی صاحب) اکثر مکدر رہتے تھے اور آرزو کرتے تھے کہ کوئی پوتا ہوتا تو اس سے امید نسل جاری ہونے کی بندھتی، اول کئی لڑکیاں ہوئیں جن میں سے دو زندہ اب بھی ہیں، ایک بزرگ نے کہا کہ تم یہ آرزو کرتے ہو اور مولوی صاحب کو ناخوش رکھتے ہو، ان کو مکدر نہ کرو اللہ تعالی تم کو بھی خوش کرے گا، تب سے مولوی صاحب کی اکثر مزاج داری کرتے اور مہمانوں کی خدمت اور تواضع سے کسی طرح نہ گھبراتے، تب اللہ تعالی نے میاں احمد کو عنایت کیا، آج بحمدہ تعالی میاں احمد جوان ہیں، اٹھارہ برس کی عمر ہے، اللہ تعالی اپنے والد کے مثل؛ کرے۔ آمین۔ اور میاں ہاشم پیدا ہوئے آج ان کی عمر 8 برس کی ہے، یہ نام مولوی صاحب کے والد کا رکھا ہوا ہے اس عرصہ میں کئی لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں اور چھوٹی عمر میں چل بسیں، اب ایک لڑکی تین چار برس کی آخری اولاد ہے، اللہ تعالی ان سب کو عمر وسعادت خوبی نصیب کرے اور مولوی صاحب کا نام ان کی نسل سے قائم رکھے"۔ (سوانح قاسمی جلد اول مطبوعہ دارالعلوم، صفحہ ۴۶ / ۴۷)

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب دیوبندی کی زندگی کے حالات جو سب سے مستند اور معتبر کتاب تاریخ دارالعلوم دیوبند میں ہیں وہ اس طرح سے ہیں:

حافظ صاحبؒ حضرت نانوتوی قدس سرہ کے فرزند رشید تھے، ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۸۶۲ء میں نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد والد ماجد نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لیے گلاوٹھی (ضلع بلندشہر) بھیج دیا، گلاوٹھی میں حضرت نانوتویؒ کا قائم کیا ہوا مدرسہ منبع العلوم تھا، مولانا عبداللہ انبیٹھویؒ کے بہنوئی اس مدرسے میں مدرس تھے، بعد ازاں مزید تعلیم کے لئے مرادآباد کے مدرسہ شاہی میں بھیجے گئے، یہاں حضرت نانوتویؒ کے شاگرد رشید مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ پڑھاتے تھے، ان سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھنے کے بعد دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہندؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی شریف کے چند سبق ۱۳۰۰ھ پڑھے، دورہ حدیث گنگوہ پہنچ کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں پورا کیا اور وہیں جلالین اور بیضاوی پڑھی ۱۳۰۳ء بحیثیت مدرس دارالعلوم میں تقرر ہوا میں اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں ہی پڑھانے کی نوبت آئی۔ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں جب حضرت حاجی محمد عابدؒ اہتمام سے مستعفی ہوئے تو یکے بعد دیگرے دو مہتمم مقرر ہوئے۔ مگر ایک ایک سال سے زیادہ اہتمام نہ کرسکے، ہر سال کے تغیرات کی وجہ سے دارالعلوم کے نظام میں اختلال پیدا ہونے لگا۔ تو ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں حضرت گنگوہیؒ نے اہتمام کے لیے حضرت حافظ صاحبؒ کا انتخاب فرمایا، حافظ صاحبؒ نہایت منتظم اور صاحب اثر وجاہت تھے، وہ بہت جلد دارالعلوم کے انتظام پر قابو یافتہ ہوگئے اور تقرر کے وقت آپ سے جو توقعات

قائم کی گئی تھیں بدرجہ اُتم ان کو اہل ثابت ہوئے، حضرت شیخ الہندؒ جو صدر المدرسین تھے خود استاد ہونے کے باوجود حافظ صاحبؒ کے استادزادہ ہونے کی حیثیت کو زیادہ اہمیت دیتے تھے اور دار الاہتمام میں ان کے سامنے مؤدبانہ بیٹھتے تھے۔

آپ کے دورِ اہتمام میں دار العلوم نے معنوی اور صوری دونوں حیثیتوں سے نہایت عظیم الشان ترقی کی جو اس سے پہلے اس کو حاصل نہ ہو سکی تھی، ہر چند دار العلوم معنوی حیثیت سے ”دار العلوم“ بن چکا تھا، مگر اپنی عمارتوں کی ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے آپ ہی کے زمانے اہتمام میں مدرسہ سے دار العلوم بنا، شعبہ جات اور دفاتر کی تشکیل عمل میں آئی، حلقہ اثر میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا، غرضیکہ ہر حیثیت سے دار العلوم کا قدم روز افزوں ترقی کی طرف گامزن رہا؛ چنانچہ آپ کا پینتیس (۳۵) سالہ دورِ اہتمام دارلعلوم کی تاریخ میں ترقیوں کا نہایت تابناک اور زریں دور سمجھا جاتا ہے۔

دارلحدیث کی عظیم الشان عمارت جو اپنی نوعیت کی ہندوستان بھر میں پہلی عمارت ہے آپ ہی کے عہد میں تیار ہوئی۔ جدید دار الاقامہ موسوم بہ دار جدید کا آغاز اور مسجد وکتب خانہ کی تعمیر بھی حافظ صاحب ہی کے زمانے کی یادگار ہیں۔ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء کے اس عظیم الشان جلسہ دستار بندی کی یاد اب تک لوگوں کے قلوب میں تازہ ہے جسمیں ایک ہزار سے زائد فضلاء کی دستار بندی ہوئی تھی، آپ ہی کے زیرِ انتظام تکمیل کو پہنچا۔

برطانوی گورنمنٹ کی جانب سے آپ کو ”شمس العلماء“ کا خطاب دیا گیا تھا: مگر آپ نے دارالعلوم کی حریت پسندانہ مسلک کی بنا پر حکومت کا خطاب یافتہ پسند نہیں کیا: چنانچہ کچھ ہی وقفہ کے بعد خطاب واپس کر دیا گیا

شروع سے درس وتدریس کا جو مشغلہ قائم ہو گیا تھا وہ زمانۂ اہتمام میں کبھی بند نہیں ہوا۔ مشکاۃ المصابیح، جلالین شریف، صحیح مسلم، ابن ماجہ، مختصر المعانی، میر زاہد رسالہ وغیرہ کتابیں نہایت شوق سے پڑھاتے تھے، تقریر نہایت صاف ومربوط اور سلجھی ہوئی ہوتی تھی، اپنے والد ماجد کے خاص علوم اور مضامین پر کافی عبور تھا۔

۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں نظام دکن کے دہلی آنے کی توقع تھی، نظام کو دیوبند آنے کے وعدے کی یاددہانی کے لیے آپ حیدرآباد تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر طبیعت زیادہ خراب ہوگئی، واپسی کے قصد سے آپ حیدرآباد سے روانہ ہوئے؛ مگر ابھی ٹرین حیدرآباد کے حدود میں ہی تھی کہ نظام آباد اسٹیشن کے قریب حافظ صاحب جان جانِ آفریں کے سپرد کر کے ”من مات فی السفر فھو شھید“ میں داخل ہوگئے یہ ۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء کا واقعہ ہے، نظام دکن کے اس تار پر کہ مولانا کو حیدرآباد لایا جائے تابوت حیدرآباد لے جایا گیا، اگلے دن ۴/ جمادی الاولیٰ کو نظام دکن کے ذاتی مصارف پر ایک مخصوص قبرستان میں حیدرآباد کی ممتاز شخصیتیں، مشائخ وعلماء وامراء دفن کیے جاتے ہیں۔

حافظ صاحب نے 45 / سال دارالعلوم کی خدمت انجام دی، ابتدائی دس سال تعلیم وتدریس میں گزرے اور ۳۵ / سال اہتمام کے فرائض انجام دیئے۔ (تاریخ دارالعلوم جلد دوم صفحہ: ۵۶۔۵۸)

حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت غیر معمولی عظمت کی حامل تھی، ان کے کردار کی بلندی ان کے اخلاص اور اپنے والد کے قائم کیے ہوئے اس مدرسے کے ساتھ ان کے والہانہ تعلق کا ثبوت وہ عجیب وغریب واقعہ ہے جس کو حضرت مولانا سید مناظر حسن گیلانی نے اپنی کتاب" احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے" دن میں نقل کیا ہے۔

مولانا لکھتے ہیں:

اللہ اللہ وہ کتنی کڑی اور سخت گھڑی تھی کہ جب حکومت قائمہ کی طرف سے حضرت مفتی محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام یہ فرمان مدرسے میں آیا کہ نہری علاقے میں زمین کا ایک بڑا سبز شاداب رقبہ آپ کی خدمت میں حکومت پیش کرتی ہے، شاید سیکڑوں ہی ایکٹر یا بیگھے پر حکومت کا یہ موہوبہ رقبہ مشتمل تھا، مشورے کی اس مجلس میں جس میں حکومت کا یہ فرمان غور وخوص کے لیے پیش ہوا اس فقیر کو بلا کر شریک کرلیا گیا تھا، قبول کیا جائے یا نہ کیا جائے، اس پر دیر تک بحث ہوتی رہی، آخر میں یہی ہوا کہ قبول کرنے کی صورت میں مدرسے کے اہتمام کا رشتہ حافظ صاحب مرحوم کو منقطع کرنا پڑے گا، پشتہا پشت فراخ حالی کی ضمانت حکومت کے جس جاگیری عطیہ میں پوشیدہ تھی، ایک ٹھوکر میں وہ قدموں میں ڈال دی گئ اور سیدنا الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خلف صالح سے جس کی توقع کی جاسکتی تھی وہی توقع پوری ہوئی ادھر ہی ادھر سے حکومت کو جواب دے دیا گیا، شاید ایسی کوئی صورت پیش آئی تھی یا نہیں، فقیر اگر شوری کی مجلس میں خود شریک نہ ہوتا تو وہ بھی قطعا اس سے ناواقف ہی رہتا۔ ایثار وقربانی کا یہ واقعہ اگر ان لوگوں کو پیش آتا جو خالق سے زیادہ مخلوق کی ستائشوں کے پیاسے ہیں تو خدا ہی جانتا ہے کہ کس کس طریقے سے اس کا چرچا نہ پھیلایا جاتا؛ لیکن جہاں تک میں جانتا ہوں اس محدود حلقے کے سوا جس میں اس مسئلہ کو پیش کر کے فیصلہ کیا گیا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ پیش کرنے والوں کی طرف سے کیا پیش ہوا تھا واپس کرنے والوں نے کس چیز کو واپس کیا۔ "تغمدہ اللہ بغفرانہ وطاب ثراھم"

(احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن، صحہ: ۱۹۲۔۱۹۳)

دارالعلوم ایسے ہی دارالعلوم نہیں بنا اللہ کے نیک، صاحب اخلاق بندوں نے اس کی تعمیر کے لیے اپنے ذاتی مفاد کی بھی پرواہ نہ کی، حضرت حافظ صاحب بھی دارالعلوم کی ان اہم ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے بڑے بڑے فائدے کو ٹھوکی ماردی۔

۱۹۸۸ء میں ۱۲ / ۱۳ / مارچ کو بین الاقوامی حج سمینار میں شرکت کے لئے حیدر آباد جانا ہوا تو میں استاذ محترم حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب صدر مہتمم دار العلوم وقف دیوبند کے ہمراہ حضرت حافظ صاحب کے مزار پر خطۂ صالحین میں حاضر ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولوی محمد احمد دیوبندی

تاریخ وفات 3 / جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ

آج بھی وہ سادا سا مزار جس میں ایک عظیم شخصیت آرام فرما ہے، تصور کی آنکھوں میں گھومتا ہے اور بے اختیار یہ شعر لبوں پر آجاتا ہے

-

کیا عشق نے سمجھا ہے کیا حسن نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

(ماہنامہ ندائے دار العلوم وقف دیوبند۔ دسمبر۔ ۲۰۱۴ء مولانا مفتی فضیل الرحمن ھلال عثمانی)

## عالم کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔

(اقوال السلف والعلماء وانسداد البدع والمنکر)

# مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ

مدیر التحریر کے قلم سے

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ دیوبند میں پیدا ہوئے، آپؒ کے والد ماجد حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانی (جن کا شمار دارالعلوم دیوبند کے موسسین میں ہوتا ہے اور جو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ۴۲ سال تک رکن رہے۔) ایک جید عالم دین صاحب نسبت بزرگ اور اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے رفیق و معاون تھے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔آپؒ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے بھائی تھے۔آپؒ نے تعلیم و تربیت دارالعلوم دیوبند میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے زیر سایہ میں حاصل کی اور دارالعلوم دیوبند سے ہی سند فراغت حاصل کی۔حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ نے قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔آپؒ نے حضرت گنگوہیؒ کے زیر سایہ سلوک و تصوف کے منازل طے کیے۔ ۱۳۴۷ھ میں مہتمم جامعہ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا احمد قاسمیؒ کی وفات کے بعد آپؒ دارالعلوم دیوبند کے چھٹے مہتمم مقرر ہوئے۔

آپؒ اپنی دانش و فہم و فراست میں یگانہ ہند تسلیم کیے جاتے تھے۔ دینی، تعلیمی، تدریسی خدمات کے علاوہ تصنیفی میدان میں بھی اپنا سِکّہ جمایا۔آپؒ کی مشہور و معروف تالیف "اشاعت اسلام" آپؒ کی وسعتِ معلومات اور دقیق نظر کی کافی شہادت ہے، اسکے علاوہ آپؒ نے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، اور علماء و فقہاء کے اقوال کی روشنی میں "مشورہ" کی اہمیت پر "اسلام میں مشورہ کی اہمیت" کے نام سے ایک مدلل کتاب تصنیف فرمائی۔

حکیم السلام حضرت مولانا قاری طیب قاسمیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کو حق تعالیٰ نے دین کا خاص فہم عطا فرمایا تھا، آپ کی دانش و تدبیر مشہور زمانہ تھی،

ادبیات کے ماہر تھے۔عربی نظم ونثر دونوں میں کمال قدرت رکھتے تھے۔
آپؒ کو عملی شخصیت کی بناء پر مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا احمد قاسمیؒ کے بعد عہدہ افتاء حکومت حیدرآباد دکن آپؒ کو ہی تفویض کیا گیا تھا، آپؒ کا حلم وتواضع مروّت اور تحمل مشہور زمانہ تھا۔آپؒ حضرت گنگوہیؒ کے متوسل اور طریقت کے معمولات کے نہایت پابند تھے۔ وفات کے دن مجھ سے حسرت کے ساتھ فرمایا میرا بارہ ہزار اسم ذات پڑھنے کا معمول افسوس کہ آج پورا نہیں ہوسکا۔شب بیدار و ہمہ وقت مشغول کار رہتے تھے،آپؒ کی مجلس پر شکوہ اور مورث طمانیت ہوتی تھی،عربی قصدیے اور کئی مفید ترین تصانیف آپؒ کا ترکہ ہیں جو اُمت کو ملیں۔ان تصانیف میں ”اشاعت اسلام“ ایک معرکتہ الآرا تصنیف ہے جو خاص وعام میں بہت مقبول ہے۔
(تاریخ دارالعلوم دیوبند)

## شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کا اسم گرامی ہمارے بزرگوں میں بہت نمایاں ہے،انتظامی مصروفیت کی بناء پر آپؒ کا علمی اور عملی مقام اگر چہ لوگوں پر واضح نہ ہوسکا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ علمی اور عملی دونوں حیثیتوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؒ کو عجیب کمالات عطا فرمائے تھے۔آپؒ کو عربی ادب کا بڑا ذوق تھا،آپؒ کی عربی تحریریں زبردست اور ادیبانہ ہوا کرتی تھیں۔آج کل فضلاء دارالعلوم دیوبند کو جو سند جاری کی جاتی ہے اس کا پورا مضمون آپؒ کا ہی مرتب فرمایا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کو انتظامی صلاحیت اور سیاسی سمجھ بوجھ اس قدر غیر معمولی عطا فرمائی تھی کہ وزیر بننے کے لائق انسان تھے اور جب ہم لوگوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی زیرِ سرپرستی عربی نظم ونثر کی مشق کے لیے ”نادیۃ الادب“ قائم کی تو حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی قدس سرہ اس میں بڑی دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا کرتے تھے۔مجھے تصنیف وتالیف اور مضمون نگاری کی طرف متوجہ کرنے میں حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کا بڑا حصہ ہے۔حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کی یہ عادت تھی کہ وہ انتظامی امور کے کاموں میں مصروف رہنے کے باوجود دارالعلوم کے طلباء پر خاص نظر رکھتے تھے اور جس بھی طالب علم میں کوئی صلاحیّت دیکھتے تو اس کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے اور اس صلاحیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔دارالعلوم دیوبند میں زمانہ طالب علمی کے دوران ایک مرتبہ کسی اخبار یا رسالے میں کوئی مضمون شائع ہوا جو کسی مسئلہ میں اجماع امت کے خلاف تھا حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ نے احقر کو حکم دیا اس کا جواب لکھو میں نے تعمیل حکم کی اور جب یہ مضمون لکھ کر حضرت مہتمم صاحبؒ کو دکھایا تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سمائے اور اُسی وقت مجھے علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ اور دوسرے اساتذہ کے پاس لے گئے

اور ان کو میرا لکھا ہوا مضمون دکھایا حالانکہ وہ میرا زمانہ طالب علمی تھا اور مضمون بھی پہلا لکھا تھا پہلا مضمون ہونے کی وجہ سے یقیناً خامیاں بھی ہونگی

لیکن حضرت مہتمم صاحبؒ نے میرے ساتھ جو معاملہ فرمایا اس نے میری ایسی حوصلہ افزائی کی کہ میرے اندر تحریری کام کا ایک شوق پیدا ہو گیا۔

دارالعلوم دیوبند پر سخت سے سخت وقت آئے بڑی سے بڑی شورشیں اٹھیں لیکن میں نے اس بندہ خدا کو کبھی پریشان نہیں دیکھا۔ سنگین سے سنگین حالات میں بھی اُن کے اطمینان اور خود اعتمادی میں فرق آتا نہیں دیکھا۔ دارالعلوم دیوبند میں خلاف معمول باتوں کو کبھی برداشت نہیں کیا اور اپنے حُسن تدبیر سے مدرسہ کو بڑے بڑے فتنوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ دارالعلوم دیوبند کے متصل دیوبند کے ایک رئیس کی زمین تھی اس کا کچھ حصہ دارالعلوم کے لیے خرید لیا گیا۔ رئیس کے انتقال کے بعد اس کے ایک وارث نے ایک دن دارالعلوم دیوبند کے صحن میں آکر بآواز بلند آپؒ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور اس زمین پر حق داری کا دعویٰ کر دیا۔ اس کا انداز گفتگو اس قدر اشتعال تھا کہ آپؒ کے بعض خدام کو فطری طور پر غصہ آ گیا جیسے ہی خدام نے اس کو جواب دینے کا ارادہ کیا لیکن حضرت والاؒ نے روک دیا۔ مہتمم صاحبؒ نے فرمایا آئیں اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں اور ان صاحب کو دفتر لے گئے خاطر تواضع کی اور جب اس شخص کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو آپؒ اٹھے اور الماڑی سے کچھ کاغذات نکال کر لائے اور ان صاحب کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا یہ دیکھیں آپ کے مورث نے فلاں تاریخ کو یہ زمین دارالعلوم کے ہاتھ فروخت کی تھی اور اس کی یہ رجسٹری ہے۔ اُن صاحب نے جب کاغذات دیکھے تو بے حد شرمندہ ہوا اور مولانا نے جس صبر وضبط وتحمل کا مظاہرہ کیا اس سے بے حد متاثر ہو کر رخصت ہوا۔

ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبن میں کی انتظامیہ کے خلاف ایک شدید طوفان کھڑا ہوا جسمیں بعض لوگ حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کی جان تک کے دشمن ہو گئے، ان حالات میں بھی حضرتؒ تن تنہا چھت پر سوتے تھے، ایک دن میں نے عرض کیا حضرت ان حالات میں آپ کا اس طرح سونا مناسب معلوم نہیں ہوتا آپ کم از کم کمرے میں ہی سو جایا کریں لیکن حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ نے بے نیازی کے ساتھ ہنس کر مجھ سے فرمایا:

"میں تو اپنے باپ (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہوں جس کے جنازے کو چار اُٹھانے والے میسر نہ آئے اور جسے رات کے اندھیرے میں بقیع کے حوالے کیا گیا لہذا مجھے موت کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔" (ماہنامہ البلاغ مفتی اعظم نمبر)

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کا علمی وروحانی فیض بہت پھیلا، اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء آپؒ کے فیض علمی سے سیراب وشاداب ہوئے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کے جید شاگرد

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ، مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ ایک جید عالم دین، محدث، فقیہ، ادیب، شاعر اور بہترین مدبّر اور منتظم تھے، سادی زندگی درس و تدریس و دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں مصروف عمل رہے۔ ۱۹۳۰ میں دیوبند کا یہ عظیم ستارہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

دعا ہے اللہ پاک حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے، کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، اور حضرتؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

انہیں کے نقش قدم پر ہوا ہے خدا جینا!

ویرحم اللہ عبداً قال آمینا!

علم عطا کرتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

(اقوال السلف والعلماء وانسداد البدع والمنکر)

# ساز امکانی

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب قاسمی صاحبؒ۔ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

زبوں اندوزیوں نے گھر بنایا ہے کہاں میرا
ثریٰ اپنی زمیں میں ہے اور زمیں ہے آسماں میرا
نہیں قسمت میں جس کی کشف میں وہ راز پنہاں ہوں
نہیں ہے بزم گردوں میں بھی کوئی راز داں میرا
سرا سر نیستی ہو جس میں پنہاں میں وہ ہستی ہوں
چمن میں باغ امکاں کے عدم ہے آشیاں میرا
میں وہ کشتی ہوں جس کا ناخدا آغوش طوفاں ہے
فنا کے تند جھونکوں پر چلا ہے باد باں میرا
اس عالم کے مرقع میں میں اک تصویر باطل ہوں
سراب وہم کی موجوں میں ملتا ہے نشاں میرا
صدف ہوں پھر بھی اک نایاب سا اس بحر ہستی کا
کہ صد چشم کزن لولو ہے اشک خونچکاں میرا
ہویدا کچھ نہیں گو چشمِ غم سے نور گو پائی
میں خود غم کی زباں ہوں غم اگر ہے بے زباں میرا
عنادل کے ترنم سے الگ ہے زمزمہ اپنا
نہیں صحن گلستاں میں کوئی ہم داستاں میرا
میں موسیٰ بن کے گو مت کش طور تمنا ہوں
مگر کرتی ہے حرماں کی تجلی امتحاں میرا
مد ام مست می دارد شراب صد طپید نہا
خرابم می کند در شت حسرت صد دویدنہا

# رب کی مانوں یا مولوی کی۔؟

محمد حفص فاروقی

پنجاب کے کسی دیہات میں ایک خوبرو قادیانی لڑکی شادی کے لئے ایک آفیسر کو پیش کی گئی،آفیسر نے شادی کی حامی بھرنے سے پہلے ایک شرط رکھی کہ وہ کبھی بھی قادیانیت قبول نہیں کرے گا۔

قادیانیوں نے اس کی شرط مان لی اور لڑکی آفیسر کے ساتھ روانہ کردی شادی کے بعد رشتے ناطے میں آنا جانا لگا رہا اور نرمی سے فوجی آفیسر کو مائل بھی کیا جاتا رہا ایک دن قادیانیوں کے مذہبی رہنما تشریف فرما تھے اور انہوں نے اس آفیسر سے کہا کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے نہ مانیں لیکن ہماری ایک بات قبول کیجئے آپ استخارہ کریں کہ آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہے یا نہیں ؟

مرزا غلام احمد قادیانی سچا نبی ہے یا نہیں؟

آفیسر کو زہر پلایا جا رہا تھا مگر اسے پیتے ہوئے احساس تک نہیں ہوا کہ وہ زہر کا پیالا چڑھا چکا ہے۔

اس نے استخارہ کرنے کی حامی بھر لی، رات کو استخارہ کیا تو خواب میں نظر آیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی بنا ہوا ہے اور اس کے آس پاس لوگ جمع ہیں۔

صبح اٹھا تو اپنے کیے ہوئے استخارے کے مطابق قادیانیت پر ایمان لے آیا

محض خود ایمان لاتا تو اتنا مسئلہ نہیں تھا اس نے باقاعدہ مرزے کی نبوت کی دعوت دینا شروع کردی اور اپنے خاندان کو مرزا قادیانی کا امتی بنا ڈالا

سارے علماء بے بس تھے جو عالم اسے دعوت دیتا تو وہ کہتا میں نے کسی قادیانی کی دعوت پہ مرزے کو نبی نہیں مانا میں نے باقاعدہ استخارہ کیا ہے اور استخارے میں مجھے قادیانی بطور نبی دکھلایا گیا ہے مجھے از خود خواب دیکھنے کا موقع ملا ہے

جب کوئی بھی عالم اسے دلیل سے مطمئن نہ کر سکا تو وہ تنگ آ کر علماء سے ملنا ہی چھوڑ گیا۔

بالآخر چناب نگر کے جلسے میں مولانا یوسف لدھیانوی شہید تشریف لائے ان کا شہرہ تھا اور یہ آفیسر اس زعم سے ملنے کو تیار ہو گیا کہ ان کے بڑے مولوی کو بھی دیکھ لیتے ہیں

مولانا سے جب اس آفیسر نے اپنا قضیہ بیان کیا کہ وہ کسی کی دعوت یا کسی لالچ میں قادیانی نہیں ہوا بلکہ وہ خود دیکھی ہوئی دلیل سے متاثر ہو کر قادیانی ہوا ہے

استخارہ اللہ سے مشورہ ہے میں نے رب کے ساتھ مشورہ کیا جسکا حکم اسلام میں ہے تو اللہ نے مجھے مرزا قادیانی کو نبی دکھلا دیا

اب میں اللہ کی مانوں یا مولویوں کی؟

جو اللہ نے مجھے از خود خواب میں دکھایا وہ چھوڑ کر مولویوں کی کیسے مان لوں حضرت لدھیانوی شہید نے اس کا ہاتھ تھاما اور گویا زبان حال سے کہا فی الحال رب کی نہ مان اس درویش مولوی کی مان، کہ مولوی ہی بتائے گا اصلی رب کیا کہہ رہا ہے۔ مولانا گویا ہوئے اور کہا؛ جب تم نبی اکرم ﷺ کی ذات میں شک سے گزرے تو مسلمان ہی نہیں رہے اگر تمہیں یقین کامل ہوتا کہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہی آخری نبی ہیں اور کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا تو استخارے کے لیے ہر گز تیار نہ ہوتے

جب تم نے استخارے کی ٹھان لی تو گویا تمہیں شک ہوا کہ سید الابرار ﷺ آخری نبی ہیں بھی یا نہیں؟

جب نبی اکرم ﷺ کی ذات کے حوالے سے تم شک سے گزرے تو کافر ہو گئے نبی کی ذات میں شک کرنا بھی کھلا کفر ہے جونہی تم شک میں مبتلا ہوئے تو کافر ہو گئے اور حالت کفر میں تمہیں قادیانی ہی نبی نظر آنا تھا

آفیسر جھوم اٹھا دلیل سن کر اور کھڑا ہو کر مولانا شہید سے لپٹ گیا اسی وقت توبہ کی اور پھر سے مسلمان ہوا

تو ذرا سوچیے ابتداء کہاں سے ہوئی؟ کیسے اسے نبی کریم ﷺ کی ذات کے حوالے سے شک میں ڈالا گیا اور انجام کیا ہوا؟

امام اعظم ابو حنیفہ نے یہی تو کہا تھا کہ بنا کسی دلیل کے ختم نبوت پہ ایمان لے آ ؤ جو سوال کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

سوال شک کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی ذات میں شک کھلا کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین سمجھ کر اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ

اگر پابند ہم سب لوگ ہو جائیں شریعت کے
مزے لوٹا کریں دن رات دنیا ہی میں جنت کے

میں خود کہتا نہیں، قرآن کہتا ہے مسلمانو
تمہیں وارث ہو دنیا کے ، تمہیں وارث ہو جنت کے

کتاب اللہ اور سنت پہ عامل اب تو ہو جاؤ
یہی ہیں بس یہی ہیں دوستو ! سامان قربت کے

الٰہی جلد وہ دن تو دکھا ہم غم نصیبوں کو
نشاں باقی نہ رہ جائیں کہیں کفر وضلالت کے

وہی اللہ والے ہیں ، محمد ﷺ کے ہیں شیدائی
فدائی ہیں دل وجاں سے جو آئین محبت کے

مزا کیا آئے گا ان کو بھلا لذات فانی میں
مزے جو لوٹتے رہتے ہیں قرآن کی تلاوت میں

لگا کر دل سنو حالات حضرات صحابہ کے
سخاوت کے ، شجاعت کے ، محبت کے ، اطاعت کے

صداقت کے، دیانت کے ، امانت کے ، عبادت کے
چلو نقشِ قدم پر دوستو اخیارِ امت کے

رضی اللہ عنہم اور رضو عنہٗ سے ہے ثابت
بلا شبہ یہ سب سلطاں ہیں اقلیمِ محبت کے

صحابہ کے مدارج سب سے اعلیٰ اور بر تر ہیں
یہ سب ادنیٰ کرشمے ہیں محمد ﷺ کی اطاعت کے

درِ فردوس انکو دیکھ کر کیونکر نہ کھل جائے
مبارک ہو فدائی ہیں یہ دربار رسالت ﷺ کے

شریعت کے مخالف جو طریقت ہے وہ باطل ہے
طریقت اور حقیقت دونوں خادم ہیں شریعت کے

یہ گلزار محبت ہے خزاں، اس پر نہ آئے گی
نمونہ لاکھ دکھلائے کوئی اپنی شقاوت کا

بحمد اللہ نہاں اشعار میں ہیں مقصدِ اعلیٰ
مسلمانو! بنو پروانے پھر شمع رسالت ﷺ کے

تسلی ہم گنہگاروں کو حاصل ہو گئی احمدؔ
بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

# عرب ملکوں کے کام کرنے والوں سے خطاب کا خلاصہ

احمد عدیل غزالی

آج صبح عربوں میں حضرت جی تشریف لے گئے اور حدیث شریف " **احبو العرب بثلاث لأنني عربی، والقرآن عربی، وکلام اهل الجنة عربی** پڑھ کر فرمایا کہ دعوت کا راستہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت پیدا ہونے کا راستہ ہے۔ پوری امت کو دعوت دینا ہے اور پورے دین کی دینا ہے۔ ہمارے اندر سختی نہ ہو، غصہ نہ ہو، تشدد نہ ہو بلکہ شفقت ہو، محبت ہو اور یہ کوشش ہو کہ اللہ کے بندوں تک دین پہنچ جائے۔ دین کیسے اللہ کے بندوں تک پہنچے اور کیسے ان کا تعلق اللہ کے ساتھ ہو، اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوہ کی ضرورت ہوگی اور پھر یہ ذریعہ ہوگا اللہ کے قرب کا کیوں کہ: **المرء مع من احب** ہمیں اس کی کوشش کرنی ہے

ابھی تو اپنوں میں کوشش کر رہے ہیں کہ امت آپ کے طریقے پر آجائے، ورنہ ہمیں تو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات پر کوشش کرنا ہے، لیکن پہلے اپنے آپ کو درست کرنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سچا امتی بننا ہے۔ اگر اپنی اصلاح اور صحیح زندگی گزارے بغیر یہ کام شروع کر دیا گیا تو کہا جائے گا کہ اگر یہ مسلمان ہیں تو ہم میں ان میں کیا فرق ہے، اس لیے ہمیں ان سے ممتاز ہونا ضروری ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی اپنانے میں ایک سکون ہے، طمانیت ہے، اور اس کے بغیر بے قرار اور بے سکون ہے اور آخرت میں اللہ ہی جانتا ہے کہ اس پر کیا گزرے گی۔ اس لیے ہماری ذمہ ضروری ہے کہ ہم دعوت کو لے کر اٹھیں اور اس کو بجالانے میں اُصول وقواعد کے پابند ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتنی تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائی ہیں، مکہ والوں سے، مدینہ والوں سے، طائف والوں سے اور آخر تک مدینہ میں منافقین سے۔

داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جھیلنے والا، برداشت کرنے والا ہو: **فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل**۔ جب آپ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو سب کی گردن اڑا سکتے تھے لیکن دشمنوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کریم ابن الکریم ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ **لا تثریب علیکم الیوم**۔ اس لیے ہماری مسؤلیت بڑھ کر ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے اپنی مسؤلیت کو بھلا دیا۔ ہم کس منہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے حاضر ہوں گے۔

اللہ جل شانہ ہم کو اس صفت دعوت سے متصف فرمائے تاکہ ہم قیامت میں آخرت کی مسؤلیت سے محفوظ رہیں۔

( مولانا احمد صاحب گجراتی نے جو ساتھ تھے اس کا عربی ترجمہ کیا تھا، بموقع اجتماع ٹونگی بنگلہ دیش (۳۰/ رجب ۱۴۱۴ھ / ۱۴/ جنوری ۱۹۹۴)

(بیانات حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ)

## مسجد میں ممنوع کام

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں شعر گوئی، خرید و فروخت اور جمعہ کے روز نماز سے پہلے مسجد میں حلقے بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

مشکوٰۃ المصابیح 732

# خواتین کا زیورات سے محبت

محترم عبدالمطلب اکاخیل

ہم سب اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں اور متفق ہیں کہ خواتین کو زیور سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے اور خواتین مختلف قسم کے زیور پسند کرتی ہیں جو ہاتھوں کانوں، گلے، ناک اور یہاں تک کہ پیروں تک میں پہنے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر عورت کے جسم میں ہر جگہ سونے کی کیل گاڑ دی جائے تو سونے کی محبت کی وجہ سے ذرا بھی تکلیف محسوس نہ ہوگی۔

اللہ رب کریم کی شریعت میں اعتدال ہے، حدود مقرر فرما کر نفس کی خواہشوں کی بھی رعایت رکھی گئی ہے اور لیکن انسان کو غرور، تکبر، شیخی، دوسروں کی حقارت، خود پسندی اور خلق خدا کی دل آزاری اور حق تلفی سے باز رکھنے کے لیے تین قسم کے شرائط پر عمل کرنا پڑے گا۔ ایک شرط زیور بنانے سے پہلے اور دو بعد کی شرائط ہیں۔

**پہلی شرط:**

پہلی شرط تو یہ ہے کہ عورت حلال مال سے میسر ہو تو سونے اور چاندی دونوں کا زیور پہن سکتی ہے۔

**دو شرائط زیور پہننے کے بعد کی ہیں۔**

1۔ یہ کہ زکوۃ اور دیگر واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو

2۔ یہ کہ دکھانے کے لیے زیور نہ پہنا جائے اور اس سے شیخی بگھارنا مقصود نہ ہو، چاندی کا زیور کوئی خاص زیور نہیں سمجھا جاتا ہے اور اس میں ریاکاری اور شیخی موقع زیادہ نہیں ہوتا، اس لیے چاندی کے زیور سے کام چلانے کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے

چاندی کے زیور سے کام چلانے کی ترغیب دیتے ہوئے آنحضرت فخر عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عورتو! کیا تمہاری آراستگی کا کام چاندی کے زیور سے نہیں چل سکتا اسی سے کام چلاؤ، سونا پہننے والی عورتیں بہت کم دکھاوے سے بچتی ہیں۔

اسی کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت ظاہر کرنے کے لیے سونے کا زیور پہنے گی اس کی وجہ سے اسے عذاب دیا جائے گا۔

زیور دکھانے کا مرض عورتوں میں بہت ہوتا ہے۔ مثلاً بیٹھے بیٹھے گرمی کا بہانہ کر کے ایک کان اور گلا کھول دیں گی اور زبان سے کہیں گی کتنی گرمی ہے اور دل میں زیور ظاہر کرنے کی نیت ہے، اللہ تعالیٰ نفس کی مکاریوں سے بچائے۔ اگر اس قسم کی خرابیاں نہ ہوں تو عورتوں کو زیور پہننے کی گنجائش ہے، مگر نہ پہننا پھر بھی افضل ہے، دنیا میں نہ پہنیں گی تو آخرت میں بہت ملے گا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

**ان کنتم تحبون الجنة وحریرھا فلا تلبسوھا فی الدنیا**

اگر تم جنت کے زیور اور ریشم کو چاہتے ہو تو ان کو دنیا میں مت پہنو۔

(مشکوٰۃ شریف: ص ۳۷۹)

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک جہاد سے واپس ہوئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا مگر داخل نہ ہوئے، بات یہ تھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (دیوار پر یا طاق) پر ایک پردہ لٹکایا تھا اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے دو کنگن پہنا دیئے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (یہ ماجرا دیکھ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لاتے لاتے واپس روانہ ہو گئے) فوراً محسوس فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی واپسی کی وجہ یہی دو چیزیں ہیں جو مزاج گرامی کو ناگوار ہوئیں، چنانچہ انہوں نے خود ہی وہ پردہ پھاڑ دیا اور دونوں صاحبزادوں کے کنگن کاٹ کر علیحدہ فرما دیئے، دونوں صاحبزادے روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ کنگن ان کے ہاتھوں سے لے لیے اور (مجھ سے) فرمایا کہ اے ثوبان! لو یہ لے جاؤ اور فلاں (غریب) گھرانے کے لوگوں کو دے دو (وہ فروخت کر کے اپنا کام چلا لیں گے) یہ لوگ میرے گھر والے ہیں، میں یہ پسند نہیں کرتا کہ یہ لوگ اپنے حصہ کی عمدہ چیزیں دنیاوی زندگی میں استعمال کر لیں (پھر فرمایا کہ)

اے ثوبان! فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے (جانوروں کے) پٹھوں سے بنا ہوا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ۔

(مشکوٰۃ شریف: ص ۳۸۳ از احمد و ابوداؤد)

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زہد اور دنیاوی نعمتوں اور لذتوں کے استعمال سے بے رغبتی کی ایک جھلک معلوم ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ صرف خود اپنے لیے بلکہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی دنیاوی لذتوں اور نعمتوں میں پڑنا ناپسند فرماتے تھے، ناپسند تو سب ہی کے لیے تھا مگر اس سلسلہ میں زیادہ توجہ خود عمل پیرا ہونے کی طرف تھی۔ حلال چیزیں استعمال کرنا چونکہ گناہ نہیں ہے اس لیے سختی سے روکنا مناسب نہ تھا، البتہ اپنے حق میں سختی فرماتے تھے اور گھر والوں کو تنبیہ فرماتے رہتے تھے۔

زیور اگرچہ عورت کے لیے حلال ہے مگر اسی کو پسند فرمایا کہ استعمال نہ کیا جائے،

کیونکہ دنیا میں نعمتوں کے استعمال سے خطرہ ہے کہ آخرت کی نعمتیں کم ملیں۔

ظاہر ہے کہ دنیا کہ نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے سامنے بالکل ہیچ ہیں، اللہ کا پیارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیونکر پسند فرماتا کہ آخرت کی نعمتوں میں کمی آئے اسی لیے چاندی کے کنگن ایک غریب گھرانے کے لیے بھیج دیئے۔

اللہ رب کریم ہمیں بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔



# عریانیت اور ننگا پن

محترمہ زنیرہ عقیل صاحبہ

دنیا میں جتنی قومیں ہیں ان سب کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے جس سے پوری دنیا میں ان کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ جہاں کہیں بھی رہیں، اُن کی شناخت اُسی کے ذریعے ہوتی ہے اور وہ بڑے فخر سے سب کے سامنے اپنے مزاج کا اظہار کرتے ہیں۔ ہمارے دین اسلام کا خاص مزاج شرم و حیاء ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب وتمدن، اخلاق و عادات، لباس اور زندگی کے ہر پہلو میں شرم و حیاء کی جھلکتی ہے۔ احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا کہ شرم وحیاء صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ پہلے کی تمام شریعتوں میں بھی اس پر خاص توجہ دی گئی تھی اور بے حیائی سے اجتناب کا درس دیا گیا۔

سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں پڑھیں تو صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ شرم وحیاء انسانی فطرت کا حصہ ہیں اور شیطان کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ انسان کو شرم وحیاء کے بجائے عریانیت یعنی ننگے پن میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات مبارکہ میں فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ پھر ہوا یہ کہ شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا، تا کہ ان کی شرم کی جگہیں جو ان سے چھپائی گئی تھیں، ایک دوسرے کے سامنے کھول دے۔ کہنے لگا کہ تمہارے پروردگار نے تمہیں اس درخت سے کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس وجہ سے روکا تھا کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشہ کی زندگی نہ حاصل ہو جائے اور ان کے سامنے وہ قسمیں کھا گیا کہ یقین جانو میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں، اس طرح اس نے دونوں کو دھوکا دے کر نیچے اُتار ہی لیا، چنانچہ جب دونوں نے اس درخت کا مزہ چکھا تو ان دونوں کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے پر کھل گئیں اور وہ جنت کے کچھ پتے جوڑ جوڑ کر اپنے بدن پر چپکانے لگے اور ان کے پروردگار نے انہیں آواز دی کہ: کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہیں تھا اور تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے؟ دونوں بول اٹھے کہ: اے ہمارے پروردگار! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر گزرے ہیں اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم نامراد لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔ (الاعراف: ۲۰ تا ۲۲)

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس درخت کی خاصیت یہ تھی کہ اس کا پھل کھانے سے جنت کا لباس اتر جاتا تھا اور یہ بات ابلیس کو معلوم تھی،

چنانچہ جب حضرت آدم اور حوّا نے اسے کھایا تو جنت کا جو لباس انہیں عطا ہوا تھا وہ ان کے جسم سے اتر گیا۔ مطلب یہ تھا کہ چونکہ اس درخت کی خاصیت یہ ہے کہ جو اس میں سے کھالیتا ہے وہ یا تو فرشتہ بن جاتا ہے، یا اسے ہمیشہ کی زندگی عطا ہو جاتی ہے، اس لیے اسے کھانے کے لیے مخصوص قوت کی ضرورت ہے۔ شروع میں آپ دونوں کو یہ قوت حاصل نہیں تھی۔ اس لیے منع کیا گیا تھا۔ اب آپ کو جنت میں رہتے ہوئے ایک زمانہ گذر گیا ہے اور آپ میں وہ قوت پیدا ہوگئی ہے اس لیے اب کھالینے میں کچھ حرج نہیں۔ نیچے اتارنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ طاعت کے جس بلند مقام پر تھے، اس سے نیچے اتارلیا، اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جنت سے دنیا میں اتارلیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عریانی سے حفاظت انسان کی فطرت میں داخل ہے اسی لیے جونہی دونوں کا لباس اترا انہوں نے ہر ممکن طریقے سے اپنا ستر چھپانے کی کوشش کی۔ (تفسیر آسان قرآن مفتی تقی عثمانی صاحب)

ان آیات مبارکہ میں ویسے تو بہت سے مباحث اور فائدے ہیں لیکن آج کے موضوع کی مناسبت سے دو باتیں واضح طور پر معلوم ہو رہی ہیں:

1- ابلیس لعین کا سیدنا آدم اور سیدتنا حوا علیہما السلام کو عریانیت یعنی ننگے پن میں مبتلا کرنے کی کوشش کرنا۔

2- انسانوں کے سب سے پہلے والدین یعنی سیدنا آدم اور سیدتنا حوا علیہما السلام کا تکوینی طور پر برہنہ ہوتے ہی شرم وحیاء کے تقاضہ کی وجہ سے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرنا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ عریانیت یعنی ننگے پن کو فروغ دینا، شیطانی کام ہے اور شرم وحیاء کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنا، اپنے سَتر کو پوشیدہ رکھنا اور عریانیت سے بچنا انسانی کام ہے۔

افسوس کہ آج بہت سے مسلمان کہلانے والے بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر عریانیت کو فروغ دے کر شیطان کی پیروی اور انسانی فطرت سے بغاوت کا اظہار کر رہے ہیں۔

کچھ لوگوں کے تو عقلوں پر ہی پردہ پڑ گیا ہے۔ بے چارے ذہنی پسماندگی کی ایسی حالت پر پہنچ گئے ہیں کہ ان کے نزدیک تمام تر ترقی اور تعلیم کا معیار عریانیت یعنی ننگے پن پر ہی ہے۔ یہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر ترقی یافتہ ہونے کا یہی معیار ہے تو پھر جنگل کے تمام جانور، انسانوں سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ کہلانے کے مستحق ہیں۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اپنے اشعار کے ذریعے ایسے لوگوں کا یہی نقشہ پیش کیا ہے کہ یورپ کی طاقت اس وجہ سے نہیں کہ وہاں گانا بجانا عام ہے اور نہ ہی اس وجہ سے ہے کہ اہل یورپ کی بیٹیاں بے پردہ ناچتی ہیں نہ اس وجہ سے یورپ کی قوت ہے کہ وہاں عریاں خواتین پھرتی ہیں اور نہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنی ٹانگیں ننگی اور اپنے بال کاٹ رکھے ہیں۔ یورپ کی ساری طاقت علم اور فن میں

محنت کرنے کی وجہ سے ہے اور اسی آگ سے اُس کا چراغ روشن ہے۔علم اور دانائی اپنے کپڑوں کو کانٹ چھانٹ لینے سے حاصل نہیں ہوتی۔عمامہ یعنی پگڑی علم وہنر کے حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ اس سے پیچھا چھڑوا یا جائے

کچھ اور لوگ جو مسلمان ہیں اور عریانیت پھیلانے میں مبتلا ہیں وہ ذہنی طور پر عریانیت کو قبول نہیں کرتے لیکن لا پرواہی کی عادت کی وجہ سے خود بھی اس گندگی میں ملوث ہوجاتے ہیں اور معاشرہ میں بھی اس تعفن کے پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

سب سے پہلا نمبر میڈیا یعنی ذرائع ابلاغ سے وابستہ لوگوں کا ہے۔آپ دیکھیں گے کہ پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا تقریباً سب ہی اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں میں فحاشی اور عریانی پھیلانی ہے۔کوئی خبر نامہ ہو یا کوئی ڈرامہ،کوئی اشتہار ہو یا کوئی اعلان،کوئی تعلیمی مسئلہ ہو یا تفریحی مشغلہ،جب تک اسلام کی بیٹیوں کو بے آبرو کر کے شرم وحیاء کا جنازہ نہ نکال لیں،ان کو قرار نہیں آتا۔

اسی طرح ملبوسات کے کاروبار سے وابستہ حضرات یا کسی بھی صنعت سے وابستہ لوگ اور اسکول،کالج اور اکیڈمیاں بھی اس شیطانی ہتھیار کو نئی نسل تک پہنچانے کا بڑا ذریعہ ہیں،جو خواہ مخواہ اپنے طلبہ وطالبات کیلئے عریاں لباس اور مخلوط نظامِ تعلیم منتخب کرتے ہیں۔

''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔کیا اسلام کا انتہائی اہم حکم اور ہماری نسلوں کا ایمان اور اخلاق اتنی قدر و قیمت بھی نہیں رکھتے کہ ہم چند ٹکے اُن پر قربان کر سکیں اور عریانیت پھیلانے والے ہر پیکیج سے انکار کر دیں۔اگر برا نا منائیں اور بے ادبی نہ ہو تو یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ فحاشی اور عریانی پھیلانے میں وہ والدین بھی شریک ہیں' جو صرف فیشن پورا کرنے کے شوق اور زمانے کی دوڑ میں آگے نکلنے کے چکر میں اپنی اولادوں کو عریاں اور نیم عریاں لباس پہناتے ہیں،گھروں میں عریاں تصاویر آویزاں کرتے ہیں یا تفریح کے نام پر اپنے معصوم بچوں کو فحش مناظر تک رسائی دیتے ہیں۔ٹھیک ہے آپ کے بچے چھوٹے ہیں اور اُن پر شرعاً پکڑ نہیں لیکن آپ تو بڑے ہیں اور شرعاً آپ اس طرح کی ہر غلطی کے ذمہ دار ہیں

ایسے تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں بڑے دردِ دل کے ساتھ قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ پیش ہے:

بے شک وہ لوگ جو ایمان والوں کے درمیان بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں،اُن کیلئے دنیا اور آخرت میں تکلیف دینے والا عذاب ہے-(النور،۱۹)

آج کل کئی طرح سے بے حیائی کو فروغ دینے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور گزشتہ کئی برسوں سے اس کے اثراتِ بد محسوس کیے جا رہے ہیں،اسی مناسبت سے یہ چند باتیں عرض کر دیں۔اللہ کریم اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ہم سب کیلئے نافع بنائے۔(آمین ثم آمین)

# محل کے کرپشن کے شراکت دار

محترمہ رعنا دلبر

ایک دن ایک حکمران محل میں بیٹھا تھا جب اس نے محل کے باہر ایک سیب فروش کو آواز لگاتے ہوئے سنا:

سیب خریدیں! سیب!

حاکم نے باہر دیکھا کہ ایک دیہاتی آدمی اپنے گدھے پر سیب لادے بازار جا رہا ہے۔

حکمران نے سیب کی خواہش کی اور اپنے وزیر سے کہا:

خزانے سے 5 سونے کے سکے لےلو اور میرے لیے ایک سیب لاؤ۔

وزیر نے خزانے سے 5 سکے نکالے اور اپنے معاون سے کہا:

یہ 4 سونے کے سکے لیں اور ایک سیب لائیں۔

معاون وزیر نے محل کے منتظم کو بلایا اور کہا:

سونے کے یہ 3 سکے لیں اور ایک سیب لائیں۔

محل کے منتظم نے محل کے چوکیداری منتظم کو بلایا اور کہا:

یہ 2 سونے کے سکے لیں اور ایک سیب لائیں۔

چوکیداری کے منتظم نے گیٹ سپاہی کو بلایا اور کہا:

یہ 1 سونے کا سکہ لےلو اور ایک سیب لاؤ۔

سپاہی سیب والے کے پیچھے گیا اور اسے گریبان سے پکڑ کر کہا:

دیہاتی انسان! تم اتنا شور کیوں کر رہے ہو؟ تمہیں نہیں پتا کہ یہ مملکت کے بادشاہ کا محل ہے اور تم نے دل دہلا دینے والی آوازوں سے بادشاہ کی نیند میں خلل ڈالا ہے اب مجھے حکم ہے کہ تجھ کو قید کر دوں۔

سیب فروش محل کے سپاہیوں کے قدموں میں گر گیا اور کہا:

میں نے غلطی کی جناب!

اس گدھے کا بوجھ میری محنت کے ایک سال کا نتیجہ ہے، یہ لے لو،لیکن مجھے قید کرنے سے معاف رکھو!

سپاہی نے سیب لیے اور آدھے اپنے پاس رکھے اور باقی اپنے منتظم افسر کو دے دیئے۔

اور اس نے اس میں سے آدھے رکھے اور آدھے اوپر کے افسر کو دے دیئے اور کہا:

یہ 1 سونے کے سکے والے سیب ہیں۔

افسر نے ان سیبوں کا آدھا حصہ محل کے منتظم کو دیا، اس نے کہا:

ان سیبوں کی قیمت 2 سونے کے سکے ہیں۔

محل کے منتظم نے آدھے سیب اپنے لیے رکھے اور آدھے اسسٹنٹ وزیر کو دیے اور کہا:

ان سیبوں کی قیمت 3 سونے کے سکے ہیں۔

اسسٹنٹ وزیر نے آدھے سیب اٹھائے اور وزیر کے پاس گیا اور کہا:

ان سیبوں کی قیمت 4 سونے کے سکے ہیں۔

وزیر نے آدھے سیب اپنے لیے رکھے اور اس طرح صرف پانچ سیب چھوڑ کر حکمران کے پاس گیا اور کہا:

یہ 5 سیب ہیں جن کی مالیت 5 سونے کے سکے ہیں۔

حاکم نے اپنے آپ سوچا کہ اس کے دور حکومت میں لوگ واقعی امیر اور خوشحال ہیں، کسان نے پانچ سیب پانچ سونے کے سکوں کے عوض فروخت کیے۔ ہر سونے کے سکے کے لیے ایک سیب۔

اور لوگ ایک سونے کے سکے کے عوض ایک سیب خریدتے ہیں۔ یعنی وہ امیر ہیں۔

اس لیے بہتر ہے کہ ٹیکس میں اضافہ کیا جائے اور محل کے خزانے کو بھر دیا جائے۔

اور پھر عوام میں غربت بڑھتی گئی۔

# عام جڑی بوٹیوں سے علاج

محمد یوشع شیرازی

**امراض چشم:**

(۱) پیاز کا عرق آنکھوں میں ڈالنے سے شب کوری دور ہوتی ہے۔

(۲) سرخ پیاز کا عرق آنکھ میں ڈالیں تو ناخونہ دور ہوتا ہے۔

(۳) پیاز کے عرق میں مصری ملا کر آنکھوں میں ڈالنے سے آنکھوں کی گرمی کو فائدہ پہنچتا ہے

(۴) اگر آنکھ میں جالا پڑ جائے یا پھنسی پیدا ہو جائے۔ یا ضعف بصارت ہو یا آنکھوں کے آگے اندھیرا آتا ہو تو پیاز کے پانی میں شہد حل کر کے آنکھ میں لگانے سے فائدہ پہنچتا ہے۔

**کمر درد:**

ادرک تازہ موٹی بے ریشہ، چھلکوں سے صاف کر کے پانی میں جوش دیں۔ بعد ازاں نمک ملا کر خوب جوش دیں۔ جب نرم ہو جائے تو چینی کا قوام تیار کر لیں اور ادرک قوام میں ڈال دیں۔ دوسرے دن اگر قوام پتلا ہو جائے تو مع ادرک پکا کر درست کر لیں۔ ڈیڑھ چمچ روزآنہ دو وقت استعمال کریں۔ کمر درد کے علاوہ پٹھوں کو بھی مضبوط کرتا ہے۔

**دل کی دھڑکن:**

تربوز کو ململ کے کپڑے سے چھان کر پانی حاصل کریں اور اس میں قدرے مصری ملا کر پلائیں۔ درد، گرمی اور دل کی دھڑکن کے لیے مفید ہے۔ (طب لقمانی)

# باب الفتاویٰ

ماخوذ از فتاویٰ ریاض العلوم

ادارہ

**ایصال ثواب کے لئے قبرستان جانا:**

سوال: ۱۔ ایصال ثواب کے لیے قبرستان جانا ضروری ہے، یا گھر سے بھی ہوسکتا ہے؟ نیز ایصال ثواب کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

۲۔۔۔مرُدوں کے نام ایصال ثواب کرنے کے لیے، ان کے نام سے رقم یا کتابیں دیدی جائیں، تو ایصال ثواب صحیح ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب: ۱۔۔۔ایصال ثوب کے لیے قبرستان جانا ضروری نہیں، ایصال ثواب جس طرح قبرستان جانے سے ہوگا، اسی طرح گھر سے بھی ہوجائے گا، لیکن قبرستان جانے کی ترغیب روایات میں جو آئی ہے، وہ دوسرے فوائد ومقاصد کے لیے ہے، گھر سے ایصال ثواب کرنے کی صورت میں وہ مقاصد حاصل نہ ہوں گے۔

مثلاً قبرستان جاکر ایصال کرنے کی صورت میں میت کو اُنس حاصل ہوں گے۔

۲ جانے والے کو فکر آخرت اور دنیا کی بے ثباتی کا احساس پیدا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ فوائد گھر سے ایصال ثواب کرنے کی صورت میں حاصل نہ ہوں گے۔

ایصال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً تین بار درود شریف پڑھے، پھر دعا کرے کہ اس تلاوت اور نیک عمل کا ثواب فلاں، فلاں کو، اور جتنے مومنین وفات پا چکے ہیں، سب کو پہنچ جائے۔

۲۔۔۔دینی مدارس میں دینی کتابوں کے لیے رقم دیدی جائے، یا دینی کتابیں خرید کر دیدی جائیں، تو جتنے لوگوں کے ایصال ثواب کے لیے کتابیں یا اسکی رقم دی جائے گی، ان سب کو ثواب اس وقت تک ملتا رہے گا، جب تک کتابوں سے نفع اٹھایا جائے گا۔

(فتاویٰ ریاض العلوم جلد: ۱/صفحہ ۲۸۴۔۲۸۶)

سوال: اگر کوئی ایصال ثواب کرنا چاہئے، تو کس طرح کرے؟ آیا یہ کہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچ کر میت کو پہنچ جائے، یا بطفیل محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں کو اس کا ثواب پہنچے، یا اس کے ماسوا اور کوئی طریقہ ہے؟

الجواب:۔ یہ دونوں صورتیں درست، اور اولیٰ ہیں، معنیٰ کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نیں، البتہ بہتر یہ ہے اول وآخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ لیا جائے۔ (فتاویٰ ریاض العلوم جلد:۱/صفحہ ۲۸۶)

## قبروں پر فاتحہ پڑھنے کا حکم

سوال:۔ بزرگان دین کی قبروں پر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں کچھ علماء جائز اور کچھ ناجائز بتلاتے ہیں۔

الجواب:۔ حدیث پاک میں زیارت قبور کے دو مقصد ذکر کئے گئے ہیں:

۱۔۔۔آخرت کی یاد۔ ۲۔۔۔مردوں کے لئے دعا رحمت ومغفرت۔

دوسرا مقصد بغیر سفر کے بھی حاصل ہوسکتا ہے، کسی جگہ ومقام کی تخصیص نہیں، ہر جگہ سے دعا رحمت ومغفرت کی جاسکتی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات اس پر دال ہیں۔

**عن انس انه سأل رسول االله صلى الله عليه وآله وسلم فقال يارسول الله انا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعولهم فهل يصل ذلک اليهم؟ فقال نعم انه ليصل ويفرحون به كما يفرح احدكم بالطبق اذا اهدى اليه۔ رواه أبو حفص العكبرى۔**

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، یارسول! ہم اپنے مردوں کی جانب سے صدقہ دیتے، حج کرتے اور ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں، تو کیا اس کا ثواب ان تک پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں پہنچتا ہے، اور وہ اس سے ایسے خوش ہوتے ہیں، جیسے کہ تم قیمتی ہدیہ پا کر خوش ہوتے ہیں۔

**عن ابن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تصدق أحدكم بصدقة تطوعاً فليجعلها عن أبويه ، فيكون لهما أجرها، ولا ينتقص من أجره شيئ۔**

حضرت ابن عمرؓ نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی نفلی صدقہ دینے کا ارادہ کرے، تو اس کو اپنے والدین کی طرف سے دے، اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ والدین کو بھی پورا پورا ثواب مل جائے گا اور دینے والے کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

ان احادیث مطہرہ میں ایصال ثواب کے لیے نہ سفر کی تخصیص فرمائی گئی، نہ کسی وقت ومقام کی، لہٰذا اب زیارتِ قبور کا ایک مقصد رہ جاتا ہے "موت اور آخرت کی یاد" اور یہ مقصد انہیں قبروں سے حاصل ہوسکتا ہے، جو غیر پختہ ہوں، شرک وبدعات کا اڈہ نہ ہوں، جب صورت حال یہ ہے، تو آج کل کے مزارات سے مقصد شرعی" ذکر آخرت اور موت" ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے برعکس کھیل

تماشہ کی طرف دھیان جائے گا اور اس کی رغبت پیدا ہوگی۔

لہذا موجودہ دور کے خرافاتی مزارات پر جانا خالی از مقصد ہونے کے ساتھ، گناہ کا باعث ہوگا، ایک روایت میں **"من کثر سواد قوم فهو منهم** لہذا مبتدعین جیسا حکم عام زائرین پر بھی عائد ہوگا، اگرچہ وہ عملاً شرک و بدعت میں شریک نہ ہوں۔

اور اپنے مرحوم والدین کی زیارت اس سے زیادہ اہم ہے، حدیث پاک میں ہے: **من زار قبر أبويه أو أحدهما في كل جمعة ،غفر له، وكتب براً۔ رواه البيهقي۔**

جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے، اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے، اور اسے اپنے والدین کا فرماں بردار لکھ دیا جاتا ہے۔ (فتاوی ریاض العلوم جلد: ۱/صحه ۲۸۸۔۲۹۰) ریاض الجنۃ نومبر ۲۰۱۵)

